ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

نشان زدہ نقش اس بیان میں کہ خون کس حال میں ناقضِ وضو ہے

اَلطِّرازُ المُعْلَمُ فیما هو حدث من احوال الدم

۱۳۲۴ھ

تصنیفِ لطیف: اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

رسالہ

الطراز المعلم فیما ھو حدث من احوال الدم
۱۳۲۴

(نشان زدہ نقش اس بیان میں کہ خون کس حال میں ناقضِ وضو ہے)

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ دوم ذی القعدۃ الحرام ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر خون چھلکا اور باہر نہ آیا تو وضو جائیگا یا نہیں، اور اگر کپڑا اس خون پر بار بار مختلف جگہ سے لگ کر آلودہ ہوا کہ قدرِ درم سے زائد ہوگیا تو ناپاک ہوگا یا نہیں؛ اور اگر خارش وغیرہ کے دانوں پر جو چپک پیدا ہوتی ہے اس سے کپڑا اُسی طرح بھرا تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ شہد بہا الحمی   تمام تعریف خدائے یکتا کےلئے ہے میرے گوشت و

ف: مسئلہ خون چھلکنے، اُبھرنے، بہنے کے فرق و احکام۔

دمی والصلوٰۃ والسلام علی الطیب الطاھر النبی الامی وآلہ وصحبہ وسائرحزبہ ومن فی سبیلہ اُدمی او دمی۔

خون نے اس کی شہادت دی۔ اور درود وسلام ہو طیب وطاہر نبی اُمّی پر، اور ان کی آل، ان کے اصحاب، ساری جماعت، اور ہر اُس شخص پر جس نے اُن کی راہ میں خون بہایا یا خود اس کا خون بہا۔ (ت)

یہاں تین[۳] صورتیں ہیں:

اوّل چھنکنا یعنی خون ریم وغیرہ نے اپنی جگہ سے اصلاً تجاوز نہ کیا بلکہ اس پر جو کھال کا پردہ تھا وہ ہٹ گیا جس کے سبب وُہ شے اپنی جگہ نظر آنے لگی، پھر اگر وہ کسی چیز[ف۱] سے مَس ہوکر اس میں لگ آئی مثلاً خون چھنکا اسے انگلی سے چھُوا انگلی پر اس کا داغ آگیا یا خلال کیا یا مسواک کی یا انگلی سے دانت مانجھے یا دانت سے کوئی چیز کاٹی ان اشیاء پر خون کی رنگت محسوس ہُوئی یا ناک انگلی سے صاف کی اس پر سرخی لگ آئی اور ان سب صورتوں میں اُس ملنے والی شے پر اثر آجانے سے زیادہ خود اُس خون کو حرکت نہ ہوئی تو یہ بھی جگہ سے تجاوز کرنا نہ ٹھہرے گا کہ اُس میں آپ تجاوز کی صلاحیت نہ تھی اور اسی حکم[ف۲] میں داخل ہے یہ کہ دانہ آبلہ بدن کی سطح سے اُبھار رکھتا ہو خون وریم اُس کے باطن سے تجاوز کرکے اس کے منہ پر رہ جائے مُنہ سے اصلاً تجاوز نہ کرے کہ وہ جب تک دانوں یا آبلوں کے دائرے میں ہیں اپنی ہی جگہ پر گنے جائیں گے اگرچہ آبلے کے جرم میں حرکت کریں، یہ صورت بالاجماع ناقضِ وضو نہیں، نہ اس خون[ف۳] وریم کے لئے حکم ناپاکی ہے کہ مذہب صحیح ومعتمد میں جو حدث نہیں وہ نجس بھی نہیں، ولہذا اگر خارش کے دانوں پر کپڑا مختلف جگہ سے بار بار لگا اور دانوں کے منہ پر جو چیک پیدا ہوتی ہے جس میں خود باہر آنے اور بہنے کی قوت نہیں ہوتی اگر دیر گزرے تو وہ وہاں کی وہیں رہے گی اُس چیک سے

ف۱: مسائل خون چھنکا انگلی سے چھُوا اس پر داغ آگیا یا خلال یا مسواک یا دانت مانجھتے وقت انگلی میں لگ آیا یا کوئی چیز دانت سے کاٹی اس پر خون کا اثر پایا یا ناک انگلی سے صاف کی اس پر سرخی آگئی مگر وُہ خون آپ جگہ سے ہٹنے کے قابل نہ تھا وضو نہ جائے گا اور وہ خون بھی پاک ہے۔

ف۲: مسئلہ خون یا ریم آبلے کے اندر سے بہہ کر آبلے کے منہ تک آکر رہ جائے تو وضو نہ جائیگا۔

ف۳: خارش وغیرہ کے دانوں پر خالی چیک ہے کپڑا اس سے بار بار لگ کر بہت جگہ میں بھر گیا ناپاک نہ ہُوا نہ وضو گیا۔

سارا کپڑا ابھر گیا ناپاک نہ ہوگا یہی حالت خون کی ہے جب کہ اُس میں قوتِ سیلان نہ ہو یعنی ظن غالب سے معلوم ہو کہ اگر کپڑا نہ لگتا اور اس کا راستہ کُھلا رہتا جب بھی وُہ باہر نہ آتا اپنی جگہ ہی رہتا ہاں اگر حالت یہ ہو کہ خون بہنا چاہتا ہے اور کپڑا الگ لگ کر اُسے اپنے میں لے لیتا ہے تجاوز نہیں کرنے دیتا یہاں تک کہ جتنا خون قاصد سیلان تھا وہ اس کپڑے ہی میں لگ لگ کر چھ گیا اور بہنے نہ پایا تو ضرور وضو جاتا رہے گا اور قدر درم سے زائد ہوا تو کپڑا بھی ناپاک ہو جائے گا کہ یہ صورت واقع میں بہنے کی تھی کپڑے کے لگنے نے اسے ظاہر نہ ہونے دیا۔

دوم ابھرنا کہ خون و ریم اپنی جگہ سے بڑھ کر جسم کی سطح یا دانے کے منہ سے اوپر ایک بولے کی صورت ہو کر رہ گیا کہ اس کا جرم سطح جسم و آبلہ سے اوپر ہے مگر نہ وہاں سے ڈھلکا نہ ڈھلکنے کی قوت رکھتا تھا جیسے سوئی چبھونے میں ہوتا ہے کہ خون کی خفیف بوند نکلی اور نقطے یا دانے کی شکل پر ہو کر رہ گئی آگے نہ ڈھلکی، اسی قسم کی اور صورتیں، ان میں بھی ہمارے علماء کے مذہب اصح میں وضو نہیں جاتا، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوٰی، اور اسی حکم میں داخل ہے یہ کہ خون یا ریم اُبھرا اور فی الحال اس میں قوتِ سیلان نہیں آئی کپڑے سے پونچھ ڈالا دوسرے جلسے میں پھر اُبھرا اور صاف کر دیا، یونہی مختلف جلسوں میں اتنا نکلا کہ اگر ایک بار آتا ضرور بہہ جاتا تو اب بھی نہ وضو جائے نہ کپڑا ناپاک ہو کہ ہر بار اتنا نکلا ہے جس میں بہنے کی قوت نہ تھی، ہاں جلسۂ واحدہ میں ایسا ہُوا تو وضو جاتا رہے گا کہ مجلس واحد کا نکلا ہوا گویا ایک بار کا نکلا ہوا ہے، یونہی اگر خون اُبھرا اور اس پر مٹی وغیرہ ڈال دی پھر اُبھرا پھر ڈالی اسی طرح کیا تو وضو نہ رہے گا جب کہ ایک

ف ۱: **مسئلہ** یہی حکم چھلکے ہُوئے خون کا ہے کہ نہ اس سے کپڑا نجس ہو نہ وضو ساقط۔

ف ۲: **مسئلہ** خون یا ریم بہنے کے قابل ہو مگر کپڑے میں لگ لگ کر بہنے نہ پائے وضو جاتا رہے گا اور درم بھر سے زائد ہو تو کپڑا بھی نجس ہو جائے گا۔

ف ۳: **مسئلہ** سُوئی چُبھ کر خواہ کسی طرح خون کی بُوند اُبھری اور ربولا سا ہو کر رہ گئی ڈھلکی نہیں تو فتوٰی اس پر ہے کہ وُہ پاک ہے وضو نہ جائے گا۔

ف ۴: خُون یا ریم اُبھرا اور ڈھلکنے کے قابل نہ تھا اُسے کپڑے سے پونچھ لیا دیر دیر کے بعد بار بار ایسا ہی ہوا وضو نہ جائے گا اور کپڑا پاک رہا، ہاں اگر ایک ہی جلسے میں بار بار اُبھرا اور پونچھ لیا اور چھوڑ دیتے تو سب مل کر ڈھلک جاتا تو وضو نہ رہا اور وہ ناپاک ہے۔

ف ۵: خون ابھرا اس پر مٹی ڈال دی پھر ابھرا پھر ڈالی وضو نہ رہا جبکہ ایک جلسے میں اتنا اُبھرا کہ مل کر بہہ جاتا۔

جلسے میں بقدرِ سیلان جمع ہوجاتا کہ یہ بہنے ہی کی صورت ہے اگرچہ عارض کے سبب صرف اُبھرنا ظاہر ہوا اور ایک جلسے[ف۱] میں اتنا ہوتا یا نہ ہوتا اس کا مدار ٹھیک اندازے اور غلبۂ ظن پر ہے۔

سوم بہنا کہ اُبھر کر ڈھلک بھی جائے یا کسی مانع کے باعث نہ ڈھلکے تو فی نفسہٖ اتنا ہو کہ مانع نہ ہوتا تو ڈھلک جاتا جس کی صورتیں اوپر گزریں یہ شکل ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناقضِ وضو ہے اور کپڑا قدرِ درم سے زائد بھرے تو ناپاک، ہاں وُہ بہنا کہ صرف باطن بدن میں ہو ناقض نہیں کہ باطن انسان میں تو خون ہر وقت دورہ کرتا ہے آنکھوں کے ڈھیلے بھی شرعاً باطن بدن میں داخل ہیں ولہذا وضو و غسل کسی میں یہاں تک کہ حقیقی نجاست[ف۲] سے بھی ان کے دھونے کا حکم نہ ہوا تو اگر آنکھ[ف۳] کے بالائی حصے میں کوئی دانہ پھوٹا اور خون و ریم اس کے زیریں حصے تک بہہ کر آیا مگر آنکھ سے باہر نہ ہوا وضو نہ جائے گا اور حسبِ قاعدۂ معلومہ جب وہ حدث نہیں تو نجس بھی نہیں پس اگر کپڑے سے اسے پونچھ لیا اور وہ کپڑا پانی میں گرا ناپاک نہ ہوگا اور ناک[ف۴] کے سخت بانسے میں اختلاف ہے کہ اگر خون دماغ سے اتر کر اُس میں بہا اور نرم بانسے تک نہ پہنچا تو ناقضِ وضو نہ ہوگا یا نہیں، مشہور تر یہ ہے کہ وضو نہ جائے گا کہ ناک کا سخت حصہ بھی اندر سے یقیناً باطن بدن میں داخل ہے، ولہذا وضو و غسل کسی میں اس کا دھونا واجب نہیں اور انسب یہ ہے کہ وضو کرلے کہ اس موضع کا دھونا اگرچہ واجب نہیں وضو و غسل دونوں میں سنّت تو ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

الخروج فی غیر السبیلین ھو تجاوز النجاسۃ الٰی موضع التطھیر فلو خرج من جرح فی العین دم

غیر سبیلین میں خروج یہ ہے کہ نجاست تطہیر کی جگہ تک تجاوز کرجائے۔ تو اگر آنکھ کے اندر کوئی زخم ہے جس سے خون نکل کر آنکھ ہی میں

ف۱: **مسئلہ** ایک جلسے میں متفرق طور پر جتنا خُون ابھرا یہ جمع ہو کر بہہ جاتا یا نہیں اس کا مدار اندازے پر ہے۔

ف۲: **مسئلہ** ناپاک سُرمہ لگایا اور کوئی نجاست آنکھ کے ڈھیلے کو پہنچی اس کا دھونا معاف ہے۔

ف۳: **مسئلہ** خون یا پیپ آنکھ میں بہا مگر آنکھ سے باہر نہ گیا تو وضو نہ جائے گا اُسے کپڑے سے پُونچھ کر پانی میں ڈال دیں تو ناپاک نہ ہوگا۔

ف۴: **مسئلہ** ناک کے سخت بانسے میں خون بہا اور نرم حصے میں نہ آیا تو مشہور تر یہ ہے کہ وضو نہ جائے گا۔

فسال الی الجانب الاٰخر منها لاینقض لانه لایلحقه حکم هو وجوب التطهیر او ندبه بخلاف مالو نزل من الراس الی مالان من الانف لانه یجب غسله فی الجنابة ومن النجاسة فینقض ولو ربط^ف^ الجرح فنفذت البلة الی طاق لا الی الخارج نقض ویجب ان یکون معناه اذا کان بحیث لولا الربط سال لان القمیص لو تردد علی الجرح فابتل لاینجس مالم یکن کذٰلك لانه لیس بحدث، ولو اخذه من راس الجرح قبل ان یسیل مرة فمرة ان کان بحال لو ترکه سال نقض والا لا وفی المحیط حد السیلان ان یعلو وینحدر عن ابی یوسف وعن محمد اذا انتفخ علی راس الجرح وصار اکبر من راسه نقض والصحیح لاینقض، وفی الدرایة جعل قول محمد اصح ومختار السرخسی الاول وهو اولٰی وفی مبسوط شیخ الاسلام تورم

دوسری جانب کو بہہ گیا تو وہ ناقضِ وضو نہیں اس لئے کہ اسے تطہیر کے وجوب یا استحباب کا کوئی حکم لاحق نہیں ہوتا — بخلاف اس کے جو سر سے اتر کر ناک کے نرم بانسے تک آگیا ہو اس لئے کہ غسلِ جنابت میں اور نجاست لگنے سے اس حصہ کو دھونا واجب ہوتا ہے تو وہ خون ناقضِ وضو ہوگا۔ اور اگر زخم پر پٹی باندھ دی تو تری پٹی کی تہہ تک نفوذ کر آئی باہر نہ نکلی تو بھی وضو جاتا رہا — ضروری ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہو کہ ایسی صورت رہی ہو کہ اگر بندش نہ ہوتی تو خون بہہ جاتا اس لئے کہ کرتا اگر زخم پر بار بار لگ کر تر ہوگیا تو نجس نہ ہوگا جب تک بہنے کے قابل نہ رہا ہو کیونکہ وہ حدث نہیں — اور اگر بہنے سے پہلے اسے سرِ زخم سے بار بار لے لیا، اگر ایسی حالت رہی ہو کہ چھوڑ دیتا تو بہہ جاتا تو وضو ٹوٹ گیا ورنہ نہیں — اور محیط میں ہے کہ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ بہنے کی تعریف یہ ہے کہ اوپر جاکر نیچے ڈھلکے — اور امام محمد سے روایت ہے کہ جب سرِ زخم پر پھول جائے اور سرِ زخم سے بڑا ہوجائے تو وضو جاتا رہے گا اور صحیح یہ ہے کہ نہ جائے گا — درایہ میں امام محمد کا قول اصح قرار دیا اور سرخسی کا مختار اول ہے اور وہی اولٰی ہے — مبسوط شیخ الاسلام میں ہے: سرِ زخم

www.alahazratnetwork.org

ف: **مسئلہ** زخم پر پٹی بندھی ہے اس میں خون وغیرہ لگ گیا اگر اس قابل تھا کہ بندش نہ ہوتی تو بہہ جاتا تو وضو گیا ورنہ نہیں، نہ پٹی ناپاک۔

رأس الجرح فظهر به قیح و نحوه لاینقض مالم یجاوز الورم لانه لایجب غسل موضع الورم فلم یتجاوز الی موضع یلحقه حکم التطهیر[1]

ورم کر آیا اور اس میں پیپ وغیرہ نمودار ہوا تو وضو نہ ٹوٹے گا جب تک ورم سے تجاوز نہ کر جائے اس لئے کہ جائے ورم کو دھونا واجب نہیں ہوتا تو ایسی جگہ تجاوز نہ ہوا جسے تطہیر کا حکم لاحق ہوتا ہے۔(ت)

درمختار میں ہے :

لایجب غسل مافیہ حرج کعین وان اکتحل بکحل نجس[2]

جس میں حرج ہے اسے دھونا واجب نہیں جیسے آنکھ، اگرچہ اس میں نجس سرمہ لگالیا ہو۔(ت)

اُسی میں ہے :

المراد بالخروج من السبیلین مجرد الظھور وفی غیرھما عین السیلان ولو بالقوۃ لما قالوا لومسح الدم کلما خرج ولو ترکہ لسال نقض والا لاکما لو سال فی[ف] باطن عین او جرح او ذکر ولم یخرج[3]

سبیلین سے نکلنے سے مراد محض ظاہر ہونا ہے اور غیر سبیلین میں خود بہنا اگرچہ بالقوۃ ہو اس لئے کہ علمائے فرمایا ہے جب بھی خون نکلا پونچھ دیا اگر ایسا ہو کہ چھوڑ دیا تو بہہ جاتا تو وہ ناقض ہے ورنہ نہیں، جیسے اس صورت میں جب کہ آنکھ یا زخم یا ذکر کے اندر بہے اور باہر نہ آئے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

اذا وضع علیہ قطنۃ وشیئا اٰخر حتی ینشف ثم وضعہ ثانیا وثالثا فانہ

زخم پر رُوئی یا اور کوئی چیز رکھ دی تاکہ خون جذب کرے پھر دوسری، تیسری بار بھی رکھی تو جتنا

ف : مسئلہ قطرہ اترآیا خون وغیرہ ذکر کے اندر بہا جب تک اس کے سوراخ سے باہر نہ آئے وضو نہ جائے گا اور پیشاب کا صرف سوراخ کے منہ پر چمکنا کافی ہے۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۴

[2] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۸

[3] " " " " " ۱/۲۵

www.alahazratnetwork.org

يجمع جميع ما نشف فان كان بحيث لو ترکه سال نقض و انما يعرف هذا بالاجتهاد و غالب الظن وكذا لو القى عليه رمادا او ترابا ثم ظهر ثانيا فتربه ثم وثم فانه يجمع قالوا و انما يجمع اذا كان في مجلس واحد مرة بعد اخرى فلو في مجالس فلا تاترخانية، و مثله في البحر اقول و عليه فما يخرج من الجرح الذي ينزّ دائما و ليس فيه قوة السيلان و لكنه اذا ترك يتقوى باجتماعه و يسيل عن محله فاذا نشفه او ربطه بخرقة و صار كلما خرج منه شيئ تشربته الخرقة ينظر ان كان ما تشربته الخرقة في ذلك المجلس شيئا فشيئا بحيث لو ترك واجتمع سال بنفسه نقض و الا لا يجمع ما في مجلس الى مجلس اخر[1]

جذب ہوا ہے سب جمع کیا جائے گا اگر یہ صورت ہو کہ چھوڑ دیتا تو بہہ جاتا تو وہ ناقضِ وضو ہے۔ اس کی معرفت اجتہاد اور غالب ظن سے ہوتی ہے۔ یُوں ہی اگر اس پر راکھ یا مٹی ڈال دی پھر دوسری بار ظاہر ہوا تو اس پر بھی مٹی ڈال دی ایسا ہی متعدد بار ہوا تو وہ سب جمع کیا جائے گا۔ علما نے فرمایا: جمع اسی وقت کیا جائے گا جب ایک مجلس میں بار بار ایسا ہوا ہو۔ اگر چند مجلسوں میں ہوا تو جمع نہ کیا جائے گا۔ تاتارخانیہ۔ اور اسی کے مثل بحر میں بھی ہے۔ میں کہتا ہوں: اس کے پیش نظر جو برابر رِسنے والے زخم سے نکلتا رہتا ہے، اور اس میں بہنے کی قوت نہیں لیکن ایسا ہے کہ اگر چھوڑ دیا جائے تو یکجا ہو کر بہنے کی قوت پا جائے اور اپنی جگہ سے بہہ جائے تو جب اسے جذب کرلے یا کسی پٹی سے باندھ دے اور ایسا ہو کہ جب بھی اس سے کچھ نکلے تو اسے پٹی چوس لے، دیکھا جائیگا کہ اس مجلس میں جس قدر پٹی نے بار بار چوس لیا ہے اگر ایسا ہے کہ چھوڑ دیا جاتا اور یکجا ہوتا تو خود بہہ جاتا تو وہ ناقض ہے ورنہ نہیں۔ اور ایک مجلس سے دوسری مجلس میں جو نکلا ہو وہ جمع نہ کیا جائے گا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اُسی میں ہے:

صرح في غاية البيان بان الرواية مسطورة في كتب اصحابنا

غایۃ البیان میں تصریح ہے کہ ہمارے اصحاب کی کتابوں میں یہ روایت لکھی ہوئی ہے کہ جب

[1] رد المحتار کتاب الطہارۃ مطلب نواقض الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۱ و ۹۲

انه اذا وصل الی قصبة الانف ینتقض وان لم یصل الی مالان خلافا للزفر وان قول الهدایة ینتقض اذا وصل الی مالان بیان لاتفاق اصحابنا جمیعا ای لتکون المسألة علی قول زفر ایضا لان عندہ لا ینتقض ما لم یصل الی مالان فهذا صریح فی ان المراد بالقصبة ما اشتد[1]

خون ناک کے بانسے تک پہنچ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ نرم حصہ تک نہ پہنچے ـــ بخلاف امام زفر کے ـــ اور ہدایہ کی عبارت "وضو ٹوٹ جائے گا جب نرم حصہ تک پہنچ جائے" یہ اس صورت کا بیان ہے جس میں ہمارے تمام اصحاب کا اتفاق ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مسئلہ امام زفر کے قول پر بھی ہوجائے اس لئے کہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ جب تک نرم حصہ تک نہ پہنچے ناقض نہیں ـــ تو یہ اس بارے میں صریح ہے کہ بانسہ سے مراد اس کا سخت حصہ ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

ولیس ذلك الا لکونه یندب تطهیرہ فی الغسل ونحوہ[2]

اور وہ اسی لئے ہے کہ غسل وغیرہ میں اس کی تطہیر مندوب ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اسی میں ہے:

قالوا ولا ینقض ما ظهر من موضعه ولم یرتق کالنفطة اذا قشرت ولا ما ارتقی عن موضعه ولم یسیل کالدم المرتقی من مغرز الابرة والحاصل فی الخلال من الاسنان وفی الخبز من العض وفی الاصبع من ادخاله فی الانف[3]

علماء نے فرمایا: وہ خون ناقض نہیں جو اپنی جگہ سے ظاہر ہوا اور اوپر نہ چڑھا جیسے آبلہ، جب اس کا پوست ہٹا دیا جائے اور وہ بھی ناقض نہیں جو اوپر چڑھ گیا اور بہا نہیں جیسے سُوئی چبھونے کی جگہ سے چڑھنے والا خون، اور وہ بھی نہیں جو خلال میں دانتوں سے، اور روٹی میں دانت لگانے سے، اور انگلی میں اسے ناک کے اندر ڈالنے سے لگ جاتا ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطلب نواقض الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۹۱
[2] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲
[3] " " " " ۱/۳۳

اسی طرح جامع الرموز میں محیط سے ہے ۔ عالمگیری میں ہے:

المتوضئ اذا عض شیئا فوجد فیہ اثر الدم او استاك بسواك فوجد فیہ اثر الدم لاینتقض مالم یعرف السیلان کما فی الظھیریۃ اھ[۱]۔

باوضو نے کسی چیز کو دانت سے کاٹا تو اس چیز میں خون کا نشان لگ گیا یا کسی مسواک سے دانت صاف کیا تو اس میں خون کا اثر دیکھا تو یہ ناقض نہیں جب تک کہ بہنے کا علم نہ ہو۔ ایسا ہی ظہیریہ میں ہے[۱]۔(ت)

تنبیھات عدیدۃ جلیلۃ مفیدۃ

متعدد تنبیہات جلیلہ و مفیدہ

الاوّل یقول العبد الضعیف لطف بہ المولی اللطیف لقد احسن المحقق البحر صاحب البحر فیما نقلنا عنہ انفا فی مسئلۃ الخلال والخبز اذ جزم بھذا المصرح بہ المنصوص علیہ من غیر واحد من المشائخ العظام ولم یرکن الی ما یوھمہ ظاھر ما فی التبیین حیث قال ذکر الامام علاء الدین ان من اکل خبزا ورأی اثر الدم فیہ من اصول اسنانہ ینبغی ان یضع اصبعہ او طرف کمہ

www.alahazratnetwork.org

تنبیہ اوّل بندۂ ضعیف، مولائے لطیف اس پر لطف فرمائے، کہتا ہے: صاحبِ بحر سے خلال اور روٹی کا مسئلہ جو ابھی ہم نے نقل کیا اس میں انھوں نے بہت خوب کیا کہ اِس تصریح شدہ حکم پر جزم کیا جس پر متعدد مشائخ عظام سے نص موجود ہے اور اس وہم کی طرف مائل نہ ہوئے جو تبیین الحقائق کی ظاہر عبارت سے پیدا ہوتا ہے، تبیین میں لکھا ہے: امام علاء الدین نے ذکر کیا کہ جو روٹی کھا رہا تھا اور اس میں خون کا اثر دیکھا جو اس کے دانتوں کی جڑ سے اس میں لگ آیا تو اسے چاہئے کہ اپنی انگلی یا آستین کا کنارہ

ف: **مسئلہ** فقط اتنی بات کہ مثلاً ناک یا دانت سے انگلی پر خون لگ آیا دوبارہ دیکھا پھر اثر پایا وضو جانے کو کافی نہیں جب تک اس میں خود بہنے کی قوت مظنون نہ ہو۔

---

[۱] الفتاوی الہندیۃ کتاب الطہارۃ الفصل الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱

علیٰ ذٰلک الموضع فان وجد فیہ اثر الدم انتقض وضوؤہ والافلا اھ[1]۔

اس جگہ رکھ کر دیکھے اگر اُس میں بھی خون کا اثر ہے تو اب اس کا وضو ٹوٹ گیا، ورنہ نہیں اھ (ت)

ورأیتنی کتبت علیہ ما نصہ۔

میں نے دیکھا کہ تبیین کے اس مقام پر میں نے یہ حاشیہ لکھا ہے:

اقول لوکان ظھور اثر الدم علی شیئ بالاتصال ناقضا مطلقا فلم لم ینقض حین رأی الدم علی الخبز اوّلا بل الواجب ان تکون فی نفسہ قوۃ التجاوز من محلہ لا ان یمسہ شیئ فیلتصق بہ وھذا اظھر من ان یظھر ولعلہ ھو المقصود ای یجرب ھل ھو سائل امکان بادیا وانتقل الی الخبز بالمساس۔

اقول اگر کسی چیز کے مس ہونے کی وجہ سے اس پر خون کا اثر دکھائی دینا مطلقاً ناقضِ وضو ہے تو پہلی بار روٹی پر خون کا اثر دیکھتے ہی کے وقت وضو کیوں نہ ٹوٹا ——— دراصل یہ بات نہیں بلکہ ضروری یہ ہے کہ خون میں بذاتِ خود اپنی جگہ سے تجاوز کرنے کی قوت ہو، نہ یہ کہ کوئی چیز مس ہونے سے خون اس پر چپک جائے ——— یہ اتنا زیادہ ظاہر ہے کہ اظہار سے بے نیاز ہے ——— شاید قول مذکور کا مقصود بھی یہی ہے یعنی یہ کہ جانچ کرے کہ وہ لگنے والا خون بہنے والا ہے یا صرف بادی (دکھائی دینے والا) تھا۔ اور مس ہونے کی وجہ سے روٹی پر لگ آیا۔

ولعل ظانا یظن ان البادی لقلتہ وعدم مددہ ینتشف بالمساس الاول فاذا وضع الاصبع اوالکم وظھر فیہ

شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ محض دکھائی دینے والا خون، کم ہونے اور اندر سے اضافہ نہ ملنے کے باعث پہلی بار مس ہونے سے ہی خشک ہوجائے گا پھر جب اُنگلی یا آستین رکھی اور

ف: تطفل[5] علی الامام الزیلعی۔

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۸ و ۴۹

www.alahazratnetwork.org

ظهرت له مددا فلايكون بادیا بل خارجا۔

اقول ولیس بشیئ وکفی بالمشاهدة ردا علیه وقد تقدم عن الفتح ان القمیص لوتردد علی الجرح فابتل لاینجس مالم یکن بحیث لوترك سال لانه لیس بحدث اھ ما کتبت۔

ثم رأیت وﷲ الحمد انه جنح فی الحلیة الی تأویله بما ذکرت وھذا لفظه الشریف م ولوعض شیئا فرأی علیه اثر الدم فلا وضوء علیه[2] ش وکذا لوخلل اسنانه فرأی الدم علی رأس الخلال لاوضوء علیه لانه لیس بدم سائل ذکره قاضی خان وغیره[3] م وقال بعض المشائخ ینبغی ان

اس میں بھی ظاہر ہوا تو پتہ چل گیا کہ اس میں اندر سے اضافہ ہوتا رہتا ہے اس لئے وہ بادی نہیں بلکہ خارج ہے۔

اقول یہ خیال کچھ بھی نہیں، مشاہدہ اس کی تردید کے لئے کافی ہے، اور فتح القدیر کے حوالے سے یہ صراحت بھی گزر چکی ہے کہ، اگر کُرتا زخم پر بار بار لگ کر تر ہو گیا تو نجس نہ ہوگا جب کہ خون اس قابل نہ رہا ہو کہ اگر چھوڑ دیا جاتا تو بہہ نکلتا کیونکہ وہ (صرف لگ جانیوالا خون) حدث نہیں اھ، میرا حاشیہ ختم۔

پھر میں نے دیکھا کہ صاحب حلیہ بھی اسی تاویل کی جانب مائل ہیں جو میں نے ذکر کی ــ وﷲ الحمد ــ ان کے الفاظ کریمہ یہ ہیں: (م کے بعد متن منیہ کی عبارت ہے اور ش کے بعد شرح حلیہ کی عبارت ۱۲م) م: اگر کوئی چیز دانت سے کاٹی پھر اس پر خون کا اثر دیکھا تو اس پر وضو نہیں۔ ش: اسی طرح اگر دانتوں میں خلال کیا پھر سرِ خلال پر خون نظر آیا تو اس پر وضو نہیں کیونکہ یہ بہنے والا خون نہیں۔ یہ امام قاضی خاں وغیرہ نے ذکر کیا۔ م: اور مشائخ میں سے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اس

---

[1] حواشی للامام احمد رضا علی تبیین الحقائق

[2] منیۃ المصلی کتاب الطہارۃ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۹۰

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

يضع كمه او اصبعه فی ذٰلك المكان ان وجد الدم فيه ينتقض والا فلا۔[1] ش هذا هو الشيخ الامام علاء الدين كما فی الذخيرة وغيرها والاحسن لا ينقض مالم يعرف السيلان كما فی الفتاوی الظهيرية والظاهر انه مراد الكل ومن ثم قال فی خزانة الفتاوی عض علی شیئ واصابه دم من بين اسنانه او اصاب الخلال ان كان بحيث لو ترك لا يسيل لا ينقض اھ۔[2]

جگہ آستین یا انگلی رکھ کر دیکھنا چاہئے اگر اس میں بھی خون پائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں ــ ش: یہ بزرگ شیخ امام علاء الدین ہیں جیسا کہ ذخیرہ وغیرہا میں بتایا ہے۔ اور احسن ــ جیسا کہ فتاوٰی ظہیریہ میں کہا ــ یہی ہے کہ جب تک سائل ہونے کا علم نہ ہو ناقض نہیں ــ اور ظاہر یہ ہے کہ مقصود سب کا یہی ہے ــ اسی لئے خزانۃ المفتین میں کہا: کوئی چیز دانت سے کاٹی اس پر دانتوں کے درمیان سے خون لگ گیا، یا خلال پر خون لگ گیا اگر وہ اس قابل تھا کہ چھوڑ دیا جاتا تو نہ بہتا تب وہ ناقض نہیں اھ۔

www.alahazratnetwork.org

فالحمد لله علی كشف الغمة ثم راجعت الغنية فرأيت ان الترجی الأخر الذی ترجيت بقولی ولعل ظانا يظن قد وقع فانه رحمه الله تعالٰی قال بعد قول بعض المشائخ "وهذا هو الاحوط لانه اذا رأی الاثر يجب عليه ان يتعرف هل ذٰلك عن شیئ سائل بنفسه ام لا فاذا ظهر ثانيا علی كمه او اصبعه غلب علی

تو اس مشکل کے دُور ہونے پر خدا کا شکر ہے ــ پھر میں نے غنیہ کی مراجعت کی تو دیکھا کہ وہ بعد والی توقع جس کا اظہار میں نے "شاید کسی کو خیال ہو" سے کیا تھا واقع ہو چکی ہے، کیونکہ صاحبِ غنیہ نے اس میں بعض مشائخ کا قول ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: اور یہی احوط ہے یعنی اس میں زیادہ احتیاط ہے کیونکہ جب اس نے خون کا اثر دیکھ لیا تو اس پر یہ دریافت واجب ہے کہ وہ از خود بہنے والے خون کا اثر ہے یا ایسا نہیں ــ پھر جب اس کی آستین یا

---

[1] منیۃ المصلی کتاب الطہارۃ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۹۰
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

الظن کونه سائلا و الا فلا وفی الحاوی سئل ابرهیم عن الدم اذا خرج من بین الاسنان فقال ان کان موضعه معلوما و سال نقض وھو نجس وان لم یعلم وخرج مع البزاق فانه ینظر الی الغالب[1] اھ۔

انگلی پر دوسری بار بھی وہ اثر نظر آیا تو غلبۂ ظن حاصل ہوگیا کہ وُہ بہنے والا ہے، ورنہ نہیں۔

اور حاوی میں لکھا ہے کہ شیخ ابراہیم سے اس خون سے متعلق سوال ہوا جو دانتوں کے درمیان سے نکلے، انھوں نے جواب دیا کہ اگر معلوم ہے کہ کس جگہ سے نکلا ہے اور بہنے والا ہے تو ناقضِ وضو اور نجس ہے اور اگر اس کی جگہ معلوم نہیں تھوک کے ساتھ نکل آیا ہے تو دیکھا جائے گا کہ تھوک اور خُون میں زیادہ کون ہے (جو زائد ہو اسی کا حکم ہوگا) اھ۔

وقد اصاب رحمه الله تعالٰی اولًا ان الواجب تعرف سیلانه بنفسه و اٰخرا حیث عقبه بقول ابرھیم المدیر للحکم علی السیلان وانما الزلة ف فی زعمه ان بظهوره علی الاصبع ثانیا یغلب علی الظن سیلانه وقد قدمت ما یکفی ویشفی۔

صاحبِ غنیہ رحمہ اللہ تعالٰی نے شروع میں صحیح لکھا کہ اس کے سائل ہونے کی دریافت واجب ہے۔ اور آخر میں بھی ٹھیک کیا کہ شیخ ابراہیم کا کلام لائے جس میں سائل ہونے پر حکم کا مدار رکھا ہے ۔ لغزش صرف ان کے اِس خیال میں ہے کہ دوسری بار انگلی پر اثر ظاہر ہونے سے سائل ہونے کا غلبۂ ظن حاصل ہوجائے گا ۔ اس خیال کے رَد میں کافی وشافی گفتگو ابھی ہوچکی ہے۔

وقول الامام الاجل ظهیر الدین المرغینانی لقول الاکثرین انه الاحسن مع ظهور وجهه ومع انه علیه الاکثر

اب رہا یہ کہ غنیہ نے اسے احوط کہا تو امام جلیل ظہیر الدین مرغینانی نے قولِ جمہور کو احسن کہا، اُس کی وجہ بھی ظاہر ہے، وہی اکثر مشائخ

ف: تطفل۱۵ علی الغنیة۔

---

[1] غنیۃ المستملی کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۲و۱۳۳

www.alahazratnetwork.org

وانه جزم به الاکابر کقاضی خان و صاحب المحیط وغیرهما لایقاومه قول الغنیة لخلافه احوط مع عدم ظهور وجهه بل ظهور وجه عدمه وانما الاحتیاط العمل باقوی الدلیلین کمافی الفتح والبحر وغیرهما لاجرم لم یعرج علیه المحقق الشارح نفسه فی شرحه الصغیر الملخص من هذا الکبیر انما اقتصر علی نقل قول ابراهیم ولله الحمد علی تواتر الأٰلاء علی عبده الاثیم۔

کا مذہب بھی ہے، اسی پر امام قاضی خاں اور صاحبِ محیط وغیرہما جیسے اکابر نے جزم کیا تو اس کے خلاف قول کو صاحبِ غنیہ کا "احوط" کہنا کیا حیثیت رکھتا ہے جب کہ اس کی وجہ بھی ظاہر نہیں بلکہ اس کے عدم کی وجہ ظاہر ہے ___ رہا احتیاط، تو احتیاط اسی میں ہے کہ دو دلیلوں میں سے جو زیادہ قوی ہو اسی پر عمل کیا جائے جیسا کہ فتح القدیر، البحر الرائق وغیرہما میں ہے ___ آخر کار خود شارح محقق نے اس شرح کبیر کی تلخیص کرکے جو شرح صغیر لکھی ہے اس میں اس قول پر نہ ٹھہرے بس شیخ ابراہیم کا کلام نقل کرنے پر اکتفا کی ___ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اپنے بندۂ گنہگار کو متواتر احسانات سے نوازا۔

الثانی عامة الرواة فی من ذکرنا من الخلاف فی حد السیلان انه العلو والانحدار معا ام مجرد العلو علی نسبة الاول الی الامام الثانی والثانی الی الامام الشیبانی وقال فی الحلیة ظاهر البدائع انه ای الاول قول علمائنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم[1]

تنبیہ دوم سیلان کی تعریف میں ہم نے اختلاف ذکر کیا، پہلا قول یہ کہ سیلان اوپر چڑھنے پھر نیچے ڈھلکنے کے مجموعے کا نام ہے دوسرا یہ کہ صرف اوپر چڑھنا ہی سیلان ہے، عامۂ رواۃ نے قول اول امام ثانی (قاضی ابو یوسف) کی طرف منسوب کیا اور قول دوم امام محمد شیبانی کی طرف منسوب کیا ___ اور حلیہ میں یہ لکھا کہ، بدائع کے ظاہر کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اول ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا قول ہے اھ۔

ف: الاحتیاط هو العمل باقوی الدلیلین۔

---

[1] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

وفی الفوائد المخصصۃ لسیدی العلامۃ ابن عابدین"اشتراط السیلان فی نقض الطہارۃ فیہ خلاف وان الصحیح اشتراطہ وان اخذ اکثر من رأس الجرح خلافا لمحمد وجعلہا فی الظہیریۃ روایۃ شاذۃ عن محمد وفی التتارخانیۃ عن المحیط شرط السیلان مذہب علمائنا الثلثۃ وانہ استحسان وقال زفر رحمہ اللہ تعالٰی اذا علا فظہر علی رأس الجرح ینتقض وضوؤہ وھو القیاس[1] انتہی۔

سیدی علامہ ابن عابدین کے"فوائد مخصصہ" میں ہے: ناقض طہارت ہونے میں خُون کا بہہ جانا شرط ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ بہہ جانا شرط ہے اگرچہ خون چڑھ کر سرِ زخم سے زیادہ جگہ لے لے بخلاف مذہب امام محمد کے ــــ اور اسے ظہیریہ میں امام محمد سے منقول ایک شاذ روایت قرار دیا ــــ اور تاتارخانیہ میں محیط سے نقل ہے کہ: بہہ جانے کی شرط ہمارے تینوں علماء کے مذہب پر ہے ــــ یہ استحسان ہے ــــ اور امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ خون جب اُوپر آیا پھر سرِ زخم پر ظاہر ہوا تو وضو ٹوٹ جائے گا ــــ یہ قیاس ہے انتہی۔

اقول قد عرف مذہب زفر فی الہدایۃ وغیرہا النقض بمجرد الظہور فقولہ علا ای من الباطن وقولہ ظہر بمعنی التبین دون الصعود کیف و زفر لایشترط الانتفاخ والصعود بعد الوصول الی رأس الجرح فلیعلم ذلک۔

اقول ہدایہ وغیرہا سے معلوم ہوچکا ہے کہ امام زفر کا مذہب یہ ہے کہ محض ظاہر ہوتے ہی سے وضو ٹوٹ جائے گا ــــ تو کلام بالا میں " اوپر آیا" کا معنی یہ ہوگا کہ اندر سے اوپر آیا۔ اور"ظاہر ہوا" کا معنی چڑھنا نہیں بلکہ نمایاں ہونا ہوگا ــــ وہ ہوگا بھی کیسے جب کہ امام زفر سرِ زخم تک پہنچ جانے کے بعد چڑھنے اور (دائرہ بناکر) پھول جانے کی شرط نہیں رکھتے ــــ یہ بات معلوم رہنی چاہیے۔

ورأیت فی خلاصۃ الامام طاہر بن عبد الرشید البخاری مانصہ

اور میں نے امام طاہر بن عبدالرشید بخاری کی کتاب خلاصہ میں یہ عبارت دیکھی: جامع صغیر کے

---

[1] الفوائد المخصصہ رسالہ من رسائل ابن عابدین الفائدۃ الثانیۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۵۷

www.alahazratnetwork.org

فی بعض نسخ الجامع الصغیر الدم اذا لم ینحدر عن رأس الجرح لکن علا فصار اکبر عن رأس الجرح لاینقض وضوءہ۔[1]

بعض نسخوں میں ہے کہ خون جب سرِ زخم سے ڈھلکے نہیں لیکن چڑھ کر سرِ زخم سے بڑا ہوجائے تو وہ ناقضِ وضو نہیں۔

ثم رأیت فی وجیز الکردری جزم بعزوہ للجامع الصغیر کما سیأتی فاذن اطلاقہ القول یفید ظاھرا انہ مذھب علمائنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ثم ھو الذی صححہ عامۃ ائمۃ الفتوی کقاضی خان وغیرہ ممن قصصنا او لم نقص علیک۔

پھر میں نے وجیز کردری میں دیکھا کہ عبارتِ بالا سے متعلق بالجزم جامع صغیر کا حوالہ دیا ہے جیسا کہ اس کی عادت آرہی ہے۔ تو یہاں جامع صغیر میں کلام مطلق رکھنے (کسی ایک امام کا قول نہ بتانے) سے بظاہر یہی مستفاد ہوتا ہے کہ یہ ہمارے تینوں علماء رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب ہے — پھر عامۂ ائمۂ فتوٰی نے اسی کو صحیح کہا ہے جیسے امام قاضیخان اور ان کے علاوہ ائمہ جن کے نام ہم نے لئے اور جن کے نام نہ لئے۔

www.alahazratnetwork.org

ووقع ھھنا زلۃ قلم ف المحقق البحر تبعہ علیھا العلامۃ ط حیث قال فی البحر الرائق فی الدرایۃ جعل قول محمد اصح و اختارہ السرخسی و فی فتح القدیر انہ الاولی اھ۔[2]

یہاں محقق صاحب بحر سے ایک لغزشِ قلم واقع ہوئی ہے جس پر طحطاوی نے بھی ان کا اتباع کرلیا ہے وہ یہ کہ البحر الرائق میں لکھتے ہیں: "درایہ میں امام محمد کے قول کو اصح قرار دیا، اسی کو امام سرخسی نے بھی اختیار کیا ہے، اور فتح القدیر میں ہے کہ وہی اولٰی ہے اھ"۔

وھو کما تری سھو ظاھر و انما اختار السرخسی قول ابی یوسف

یہ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، کھلا ہوا سہو ہے۔ امام سرخسی نے تو امام ابو یوسف کا قول اختیار

ف: تنبیہ علی سہو وقع فی البحر وتبعہ ط۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارۃ الفصل الثالث المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۷

[2] البحر الرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲

25 وایاہ جعل فی الفتح اولٰی کما نقلنا لك نصّه رحمهم الله تعالٰی جمیعا ورحمنا بهم اٰمین نبه علیه العلامة ش قائلا فاجتنبه[1] اھ۔

کیا ہے اور اسی کو فتح القدیر میں بھی اولٰی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فتح کی عبارت ہم نقل کرآئے ہیں۔ اللہ تعالٰی ان سب حضرات پر رحمت فرمائے اور اُن کے صدقے میں ہم پر بھی رحم فرمائے۔ الٰہی! قبول فرما ــــ اس سہو پر علامہ شامی نے متنبہ کیا اور فرمایا: فاجتنبہ (تو اس سے بچنا) اھ۔

قلت[ف1] ونسبة تصحیح قول محمد للدرایة منصوص علیها فی الفتح وتبعه علیه من بعده حتی العلامة ش اذ نقل کلامه هذا فی رد المحتار واقره علیه لکنه زعم فی منحة الخالق[ف2] حاشیة البحر الرائق انه ذکر فی الدرایة قول ابی یوسف ثم ذکر قول محمد ثانیا ثم قال والصحیح الاول فلیراجع اھ[2]۔ وهذا یقتضی انه انقلب الامر علی الفتح ایضا کما انقلب علی البحر واذا صح هذا بقیت التصحیحات

قلت اب بحر کی ایک بات رہ گئی کہ درایہ میں امام محمد کے قول کو اصح قرار دیا ہے۔ اس کی صراحت پہلے فتح القدیر میں ہوئی اور بعد کے علماء نے اسی کا اتباع کیا یہاں تک کہ علامہ شامی نے بھی یہی بات رد المحتار میں نقل کی اور برقرار رکھی ــــ لیکن انھوں نے البحر الرائق کے حاشیے منحۃ الخالق میں یہ بتایا کہ درایہ میں پہلے امام ابو یوسف کا قول ذکر کیا پھر امام محمد کا قول بیان کیا پھر کہا کہ: "صحیح اول ہے"۔ تو اس کی مراجعت کرنا چاہئے اھ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صاحب فتح القدیر نے بھی برعکس بتا دیا جیسا کہ بحر نے الٹا بیان کیا ــــ اگر علامہ شامی کا بیان صحیح ہے تو تمام تصحیحات قولِ

www.alahazratnetwork.org

ف۱: معروضة علی ش۔

ف۲: تنبیه علی سهو وقع فی الفتح علی مازعم العلامة ش۔

[1] رد المحتار کتاب الطہارۃ مطلب نواقض الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۱

[2] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۲

25
25

كلها راجعة الى قول ابي يوسف وهواسكن للقلب وامكن فليراجع۔

امام ابو یوسف کی طرف راجع ہوگئیں اور اس میں دل کے لئے زیادہ سکون و قرار ہے ۔۔۔ تو اس کی مراجعت ہونا چاہئے۔

والعبد الضعيف لويرههنا تصريح احد بتصحيح قول محمد بل ولا ترجيحا ماله واختياره۔

اور بندۂ ضعیف نے یہاں قول امام محمد کی تصحیح سے متعلق کسی کی تصریح نہ دیکھی بلکہ اس سے متعلق کسی طرح کی کوئی ترجیح اور کسی کا اسے اختیار کرنا نہ پایا۔

اللهم الاما فى الفوائد المخصصة عن الذخيرة عن الفقيه ابى جعفر عن محمد بن عبد الله رحمه الله تعالٰى انه كان يميل فى هذا الى انه ينتقض وضوؤه ورأه سائلا قال اعنى صاحب الذخيرة وفى فتاوى النسفى هكذا[1] اه۔

ہاں مگر (۱) جو فوائد مخصصہ میں ذخیرہ سے، اس میں بروایت فقیہ ابو جعفر ۔۔۔ محمد بن عبد اللہ رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے کہ اس بارے میں وہ اس جانب مائل تھے کہ وہ ٹوٹ جائے گا اور اسے انھوں نے بہنے والا سمجھا ۔۔۔ صاحب ذخیرہ نے فرمایا: اور فتاوٰی نسفی میں بھی اسی طرح ہے اھ۔

والاما رأيت فى جواهر الفتاوى من الباب الرابع المعقود لفتاوى الامام الاجل نجم الدين النسفى مانصه رجل توضأ فعض الذباب بعض اعضائه فظهر منه دم لاينتقض الوضوء لقلته ولوغرز فى عضوه شوكا او ابرة فظهر الدم ولم يسيل ظاهرا ينتقض وضوؤه لان الظاهر انه سال عن رأس الجرح[2] اه ۔۔۔ وهذا ماكان اشار

(۲) اور وہ جو جواہر الفتاوٰی کے باب چہارم میں دیکھا ۔۔۔ یہ باب امام نجم الدین نسفی کے فتاوٰی کے لئے باندھا گیا ہے، اس کی عبارت یہ ہے: ایک شخص با وضو ہے اس کے کسی عضو پر مکھی نے کاٹ لیا جس سے کچھ خون ظاہر ہوگیا تو اس کا وضو نہ ٹوٹے گا کیونکہ یہ خون کم ہی ہوگا ۔۔۔ اور اگر اس نے اپنے عضو میں کانٹا یا سوئی چبھولی جس سے خون ظاہر ہوا اور کھل کر بہا نہیں تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ سر زخم سے بہہ گیا اھ ۔۔۔ یہی وہ ہے جس کی طرف ذخیرہ میں

[1] الفوائد المخصصہ رسالہ من رسائل ابن عابدین الفائدۃ الثامنہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۶۰

[2] جواہر الفتاوٰی

www.alahazratnetwork.org

الیہ فی الذخیرۃ ان ھکذا فی فتاوی النسفی۔

اشارہ کیا کہ فتاوٰی نسفی میں بھی اسی طرح ہے۔

والامشیا علیہ فی مجموع النوازل نقلہ عنہ فی الخلاصۃ ثم عقب بما فی نسخۃ الجامع الصغیر ثم قال فعلی ھذا ینبغی ان لاینتقض [1] اھ۔

(۳) اور اس قول پر مجموع النوازل میں مشی ہے جسے خلاصہ میں اس سے نقل کیا ہے پھر نسخۂ جامع صغیر کی مذکورہ بالا عبارت لکھی ہے پھر فرمایا ہے، تو اس بنیاد پر اسے ناقض نہیں ہونا چاہیے۔

والاماوقع فی الکفایۃ من قولہ "بعض مشائخنا رحمھم اللہ تعالٰی اخذوا بقول محمد رحمہ اللہ تعالٰی احتیاطا وبعضھم اخذوا بقول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی وھو اختیار المصنف (ای صاحب الھدایۃ) رفقا بالناس خصوصا فی حق اصحاب القرح [2] اھ۔

(۴) اور وہ جو کفایہ میں درج ہے کہ: ہمارے بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی نے احتیاطاً امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا قول لیا ہے اور بعض نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کا قول لیا ہے۔ اور اسی کو لوگوں کی آسانی کے لئے خصوصاً پھوڑے پھنسی والوں کے حق میں نرمی کی خاطر مصنف یعنی صاحب ہدایہ نے بھی اختیار فرمایا ہے اھ۔

اقول ف وھذا اغرب من الکل لانہ ربما یوھم ان الاختیارین متکافئان۔

اقول یہ سب سے زیادہ غریب ہے کیونکہ اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ دونوں ترجیحیں بالکل ایک دوسرے کے برابر ہیں۔

والاماوقع فی وجیز الامام الکردری حیث قال "نوازل (ای قال فی مجموع النوازل) شاکہ شوکۃ او ابرۃ فاخرجھا وظھر دم ولم یسل نقض و

(۵) اور وہ جو وجیز امام کردری میں واقع ہے وہ لکھتے ہیں، مجموع النوازل میں ہے، کوئی کانٹا یا سُوئی چبھو کر نکالا خون ظاہر ہوا اور بہا نہیں تو یہ ناقض ہے۔ اور جامع صغیر میں ہے: سرِ زخم

ف[۵۳]: تطفل علی الکفایۃ۔

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارۃ الفصل الثالث فی نواقض الوضوء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۷

[2] الکفایۃ مع فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰ و ۳۱

www.alahazratnetwork.org

في الجامع الصغير لم ينحدر الدم عن رأسه لكنه علا وصار اكثر من رأس الجرح لا ينقض وهذا خلاف ما في النوازل والاول عن الامام الثاني والثاني عن محمد رحمهما الله تعالٰى والنقض اقيس لان مزايلته عن مخرجه سيلان[1] اھ.

قلت[ف1] وانت تعلم ان قد انقلب عليه الامر في نسبة المذهبين الى حضرة الامامين.

اقول[2] وعجبا[ف] منه ان عزا ما عزا للجامع الصغير جازما ثم قال والثاني اي عدم النقض عن محمد فان ما في الجامع الصغير مطلقا ان لم يكن ظاهره انه قول ائمتنا الثلثة رضي الله تعالٰى عنهم فلا اقل من ان يكون قول محمد فكيف ينسبه اليه بعن. ثم لا نظر الى قوله اقيس مع ما مر من تصحيحات عامة الائمة قول عدم النقض

سے خون ڈھلکا نہیں لیکن اوپر چڑھا اور سرِ زخم سے زیادہ ہوگیا تو ناقض نہیں ـــ یہ اس کے برخلاف ہے جو مجموع النوازل میں ہے۔ اور اول امام ثانی سے مروی ہے اور دوم امام محمد سے روایت ہے رحمہما اللہ تعالٰی ـــ اور ناقض ہونا زیادہ قرینِ قیاس ہے اس لئے کہ خون کا اپنے مخرج سے جدا ہونا سیلان ہے اھ۔

قلت ناظر پر عیاں ہے کہ وجیز میں دونوں مذہب، دونوں اماموں کی جانب منسوب کرنے میں معاملہ اُلٹ گیا ہے۔

اقول اور صاحبِ وجیز پر یہ بھی تعجب ہے کہ جامع صغیر کا حوالہ تو جزم کے ساتھ پیش کیا پھر بھی یہ کہہ دیا کہ "والثانی عن محمد" یعنی ناقض نہ ہونا امام محمد سے ایک روایت ہے، حالانکہ جامع صغیر میں جو حکم مطلقاً بیان ہوا ہے ظاہر یہ ہے کہ وہ ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا قول اور مذہب ہے اگر ایسا نہ ہو تو بھی کم از کم وہ امام محمد کا قول تو ضرور ہے پھر امام محمد کی طرف اس کی نسبت بلفظ "عن" کیسے کر رہے ہیں (جس کا معنٰی یہ ہوتا ہے کہ یہ ان کا قول اور مذہب نہیں بلکہ ان سے ایک روایت ہے ۱۲م)۔

www.alahazratnetwork.org

ف: تطفل على البزازية.

---

[1] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الطہارۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۲

بلفظ ھو الصحیح والاصح و المختار وغیرھا۔ ویقطع النزاع ما رأیت فی جواھر الاخلاطی وفی الفوائد المخصصۃ عن الذخیرۃ والتتارخانیۃ، ثلثتھم عن فتاوی خوارزم وفی الھندیۃ عن المحیط واللفظ للاولٰی اذا لم یتحدر عن رأس الجرح ولکن علا فصار اکبر من رأس الجرح لاینتقض وضوؤہ والفتوی علی عدم النقض فی جنس ھذہ المسائل اھ، واللہ الموفق۔

پھر وجیز نے ناقض ہونے کو جو "اقیس" (زیادہ قرینِ قیاس) کہا قابلِ التفات نہیں کیونکہ اس کے مقابل میں ناقض نہ ہونے کے قول سے متعلق، صحیح ۔ اصح ۔ مختار وغیرہ الفاظ سے عامہ ائمہ کی تصحیحات موجود ہیں جیسا کہ گزرا ۔ اور قاطع نزاع وہ ہے جو میں نے جواہر الاخلاطی میں اور فوائد مخصصہ میں ذخیرہ وتاتارخانیہ کے حوالے سے دیکھا۔ ان تینوں میں فتاوٰی خوارزم سے نقل ہے اور ہندیہ میں بھی دیکھا کہ محیط سے منقول ہے۔ الفاظ اول کے ہیں، جب خون سرِ زخم سے نہ ڈھلکے لیکن اوپر چڑھ کر سرِ زخم سے بڑا ہو جائے تو ناقضِ وضو نہیں اور "اس جنس کے مسائل میں فتوٰی عدمِ نقض ہی پر ہے" اھ واللہ الموفق۔

الثالث ابو یوسف یجمع القیئ اذا اتحد المجلس ولایعتبر السبب وعکسف محمد وقولہ

تنبیہ سوم (فـ اگر منہ بھر ہو تو ناقض وضو ہے لیکن تھوڑی تھوڑی قے چند بار کر کے اتنی مقدار میں آئی کہ اگر سب یکجا ہو تو منہ بھر ہو جائے

www.alahazratnetwork.org

فـ: **مسئلہ** قے اگر منہ بھر کر ہو ناقضِ وضو ہے، پھر اگر چند بار میں تھوڑی تھوڑی آئے کہ سب ملانے سے منہ بھر کر ہو جائے تو اگر ایک ہی متلی سے آئی ہے وضو جاتا رہے گا اگرچہ مختلف جلسوں میں آئی ہو، اور اگر متلی تھم گئی پھر دوسری متلی سے اور آئی تو ملائی نہ جائیگی اگرچہ ایک ہی مجلس میں آئی ہو۔

---

[1] جواہر الاخلاطی کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء (قلمی) ص ۷
الفوائد المخصصۃ رسالہ من رسائل ابن عابدین الفائدۃ الثامنۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۶۰
الفتاوی الہندیۃ کتاب الطہارۃ الفصل الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۰

الاصح وتطابقت النقول ھٰھنا علی اعتبار المجلس قال فی الحلیۃ فعلی ھذا یحتاج محمد رحمہ اللہ تعالٰی الی الفرق، واللہ تعالٰی اعلم بذٰلک اھ[1]، واشار فی ردالمحتار الی ما یحذو حذو جوابہ فقال کانھم قاسوھا علی القیئ ولما لم یکن ھنا اختلاف سبب تعین اعتبار المجلس فتنبہ اھ[2]۔

اسے یکجا مان کر نقضِ وضو کا حکم ہوگا یا نہیں؟) امام ابویوسف کا قول یہ ہے کہ ایک نشست کے اندر چند بار میں جتنی قے آئی ہے سب یکجا مانی جائے گی خواہ ایک سبب یعنی ایک متلی سے آئی ہو یا چند سے، اور امام محمد کے نزدیک اس کے برعکس ہے (ایک متلی سے چند بار میں جتنی آئی ہے یکجا مانیں گے اگرچہ کئی مجلس اور کئی نشست میں ہو) ــــ اصح امام محمد کا قول ہے ــــ لیکن یہاں (یعنی چند بار آئے ہوئے خون سے متعلق) ساری روایات اس پر متفق ہیں کہ ایک مجلس کا اعتبار ہوگا (سبب ایک ہونے نہ ہونے کا کوئی ذکر و اعتبار نہیں) ــ حلیہ میں فرمایا: اس بنیاد پر امام محمد کو دونوں مقام میں وجہ فرق بیان کرنے کی ضرورت ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم بذلک اھ۔

atnetwork.org

اور علامہ شامی نے ردالمحتار میں ایک ایسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس اعتراض کے جواب کے طور پر جاری ہے وہ کہتے ہیں: "گویا ان حضرات نے اسے قے پر قیاس کیا اور چونکہ یہاں اختلاف سبب کا وجود ہی نہیں اس لئے مجلس ہی کا اعتبار متعین ہے ــــ تو اس پر متنبہ ہونا چاہئے" اھ۔

اقول[ف] ھذا عجیب فان من

اقول یہ عجیب ہے۔ اس لئے کہ قے

ف: معروضۃ علی ش۔

؎1 حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

؎2 ردالمحتار کتاب الطہارۃ باب نواقض الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۹۲

يعتبر السبب وهو الامام الربانی اذا وجد ما هو علة حكم الجمع عنده لم لا يحكم به ويعدل عنه الى ما قد سقط اعتباره عنده لاجل ان العلة دائمة ههنا وان دوام العلة انما يقتضی دوام الحكم لا الغاءها واسناده الى غيرها۔

میں سبب کا اعتبار کرنے والے — امام ربانی محمد بن حسن شیبانی — کو جب وہاں ایک ایسی چیز (یعنی مجلس ونشست) مل رہی ہے جو ان کے نزدیک (ایک جگہ یعنی خون کے مسئلے میں) یکجائی کا حکم کرنے کی علت ہے تو اسی پر حکم کیوں نہیں رکھتے اور اسے چھوڑ کر ایک ایسی چیز (سبب اور متلی) کو کیوں لیتے ہیں جس کا اعتبار ان کے نزدیک ساقط ہو چکا ہے (یعنی مسئلہ خون میں ۱۲ م) — (انھیں تو قے میں بھی مجلس کا اعتبار کرنا چاہیے) اس لئے کہ علت یہاں دائمی ہے اور علت کا دائمی ہونا اسی کا مقتضی ہے کہ حکم بھی دائمی ہو، نہ اس کا کہ اسے لغو اور بے اثر ٹھہرا کر حکم کو کسی اور علت سے وابستہ کر دیا جائے۔

www.alahazratnetwork.org

فان قيل قد يدوم السبب ههنا شهورا ودهورا فكيف يجمع الآخر الى الاول۔

قلت هذا اعتراف بان اتحاد السبب لا يقوم باقتضاء حكم الجمع فلم يكن فيه دفع الايراد بل تسليمه۔

لكني اقول يتخالج صدری مايدفع هذا والايراد

فان قيل (اگر یہ جواب دیا جائے کہ) یہاں (مسئلہ خون میں) سبب (زخم، پھوڑا وغیرہ) کبھی مہینوں اور زمانوں تک لگاتار رہ جاتا ہے تو آخر کو اول کے ساتھ کیسے یکجا کیا جائیگا؟

قلت (میں کہوں گا) یہ تو اس بات کا اعتراف ہے کہ سبب کا ایک ہونا اس قابل نہیں کہ حکم جمع کا مقتضی ہو۔ تو یہ میرے اعتراض کا جواب نہ ہوا بلکہ اس میں تو اسے تسلیم کر لیا گیا۔

اقول (میں کہتا ہوں) میرے دل میں ایک بات گردش کر رہی ہے جو اس جواب اور

ف: تطفل[56] على الحلية ومعروضة على ش۔

جمیعا ان شاء اللہ تعالٰی وھو انا ف لا نسلم ھٰھنا اتحاد السبب بل الروح اذا احست بالم توجہ لدافعہ فتتبعھا الریح والدم فلاجتماعھا یحدث الورم وتزداد الحرارۃ فیثقل اجتماع الدم ھٰھنا غیر ان الطبیعۃ تضن بالدم الصالح ان تدفعہ ولذٰلک اذا فصد المریض یتقدم الدم الفاسد خروجا وعن ھذا کانت الحجامۃ احب من الفصد لان الفصد یشق العرق فیثج الدم ثجا فمع شدۃ تحفظ الطبیعۃ علی الدم الصالح تعجز عن امساکہ کلیا لانہ بانفتاح مجراہ یسیل بطبعہ سیلانا قویا، فمع حجز الطبیعۃ یخرج شیئ من الصالح قھرا علیھا بخلاف الحجامۃ فان الخروج فیھا ضعیف فتتقوی الطبیعۃ علی احراز الصالح

اس اعتراض دونوں ہی کو دفع کردینے والی ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ وہ یہ کہ ہم یہاں (مسئلہ خون میں) اتحادِ سبب نہیں مانتے ــــ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رُوح جب کسی تکلیف کا احساس کرتی ہے تو اُس کے دفعیہ پر متوجہ ہوتی ہے۔ اِس میں ہوا اور خُون بھی اُس کے تابع ہوجاتے ہیں تو ان سب کے مجتمع ہونے کی وجہ سے ورم پیدا ہوجاتا ہے اور حرارت بڑھتی ہے تو اس جگہ خون کا اجتماع ثقیل ہوجاتا ہے مگر یہ ہے کہ طبیعت صالح خون کو بچانا چاہتی ہے اور اسے دفع کرنا نہیں چاہتی ــــ یہی وجہ ہے کہ جب مریض کو فصد لگائی جاتی ہے (اس کی رگ کھول دی جاتی ہے) تو پہلے فاسد خُون باہر آتا ہے۔ اسی لئے سینگی لگانا فصد لگانے سے بہتر ہوتا ہے کیوں کہ فصد رگ کو پھاڑ دیتی ہے جس سے خون تیزی سے اُبل پڑتا ہے اور زور سے بہنے لگتا ہے۔ اُس وقت طبیعت صالح خون کے شدید تحفظ کے باوجود اُسے کُلی طور پر روکنے سے بے بس ہوجاتی ہے کیوں کہ بہنے کی راہ کھل جانے کی وجہ سے خون طبعًا پُوری قوت سے بہنے لگتا ہے اور طبیعت کے روکنے کے باوجود کچھ صالح خون اسے مغلوب کرکے باہر آجاتا ہے اور سینگی لگانے میں ایسا نہیں ہوتا کیوں کہ خروج اس میں کمزور ہوتا ہے جس کی وجہ سے طبیعت صالح خون کو مناسب طور پر

www.alahazratnetwork.org

ف: تحقیق المصنّف فی اعتبار محمد المجلس لجمع الدم والسبب لجمع القیئ۔

كما ينبغى واذا كان الامر كذلك لا تنبعث للطبيعة داعية دفع الدم المنتقل الى هنا مع الروح الا اذا عملت فيه الحرارة الملتهبة من اجتماع الثلث الحارات فينفسد بنضج يحصل له بعد بلوغه كمال صلاحه وح تترك الطبيعة الضن به و يزداد التأذى فتحب دفعه فتنفجر القرحة فيجعل الدم يخرج على شاكلته فى الحجامة دون الفصد لان الانفتاح ههنا ايضًا فى الجلد لا فى العرق فيكون خروجه بضعف لا بدفق شديد لغيران القدر المتهئ منه للخروج وهو الذى تحول مزاجه من الصلاح وعدل قوامه للخروج اذا خرج خرج اعنى تتعاقب اجزاؤه ولا ينبغى لبعضه القعود خلف بعض حتى يحصل بين خروج ابعاضه طفرات و تخللات انقطاع لان المقتضى موجود و المانع مفقود فلا يزال يخرج حتى ينتهى

بچا لینے کی قوت پا جاتی ہے ــــ جب معاملہ ایسا ہے تو طبیعت کے لئے یہاں روح کے ساتھ منتقل ہونے والے خون کو دفع کرنے کا کوئی داعیہ نہ پیدا ہوگا مگر جب اس خون میں تینوں حار چیزوں کے مجتمع ہونے سے بھڑک اُٹھنے والی حرارت اثر انداز ہوگی تو وہ کچھ پک جانے کی وجہ سے خراب ہو جائے گا یہ پکنا خون کے کمال عمدگی و صلاح کی حد کو پہنچ جانے کے بعد ہوگا ــــ اب طبیعت اس کا تحفظ چھوڑ دے گی اور تکلیف بڑھے گی تو اسے دفع کرنا چاہے گی، پھوڑا اس وقت پھٹ جائے گا جس کی وجہ سے خون باہر آنے لگا اسی انداز میں جو سنگی لگانے کے وقت ہوتا ہے ۔ اُس تیز روانی کے طور پر نہیں جو فصد لگانے میں ہوتی ہے۔ اس لئے کہ یہاں بھی جلد ہی کھلی ہے رگ نہیں کھلی ہے تو خروج آہستگی اور ضعف کے لئے ہوگا، شدت سے نہ ہوگا۔ ہاں یہ ہے کہ جس خون کا مزاج فاسد ہو چکا ہے اور اس کا قوام باہر آنے پر مائل اور اسی کے لائق ہو گیا ہے یہ اتنا خون جب نکلے گا تو نکلتا جائے گا یعنی اس کے سارے اجزاء پے در پے باہر نکلتے جائیں گے۔ اور طبعًا یہ نہیں ہونا چاہئے کہ ایک حصہ نکلنے کے بعد دوسرا حصہ اتنی دیر تھم رہے کہ ان اجزاء کے باہر آنے کی مدت میں متعدد بار انقطاع پیدا ہو اور درمیان میں خاصا توقف ہو جائے، اس لئے کہ (فاسد خون کے سارے اجزا میں خروج کا) مقتضی موجود ہے اور مانع مفقود ہے

www.alahazratnetwork.org

ثم اذا كان الاذى باقيا بعد لاتزال الروح تتوجه اليه فيعقب الخارج دم أخر صالح ويمكث حتى يعرض له ما عرض لسالفه فيخرج كما خرج وهكذا۔

تو یہ خون نکلتا ہی رہے گا یہاں تک کہ ختم ہو جائے۔ پھر اگر تکلیف اب بھی باقی رہ گئی تو روح اس طرف متوجہ ہوتی رہے گی جس کے باعث دوسرا صالح خون اُس نکلے ہوئے خون کے بعد مجتمع ہو کر ٹھہریگا اس پر بھی وہ ساری حالتیں طاری ہوں گی جو اس کے پیش رو پر طاری ہوتی تھیں تو یہ بھی ایک وقت باہر نکلے گا جیسے وہ نکلا تھا ــــ اور یوں ہی معاملہ رہے گا۔

فظهر ان كل خروج بعد انقطاع من دون منع انما ينشؤ من سبب جديد فيجب ان لايجمع الاما تلاحق شيئا فشيئا كما ذكرنا وهو المعني ان شاء الله تعالى اتحاد المجلس لان المجلس نفسه معتبر حتى اذا ابدأ الدم فانتقل الانسان من فوره لايجمع ما خرج هنا مع ما خرج أنفا وان بقي جالسا كما هو طول النهار وخرج دم اول الصبح وانقطع ثم خرج شئ عند الغروب يجمع هذا مع الاوّل فان هذا بعيد من الفقه كل البعد۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ انقطاع کے بعد بغیر رکاوٹ کے پایا جانے والا ہر خروج کسی سبب جدید ہی سے پیدا ہوتا ہے تو لازم ہے کہ صرف وہ خون جمع کیا جائے جو مسلسل تھوڑا تھوڑا باہر آیا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ــــ اور اتحاد مجلس سے یہی مقصود و مراد ہے ــــ ان شاء اللہ تعالیٰ ــــ یہ نہیں کہ بذاتِ خود مجلس کا اعتبار ہے۔ یہاں تک کہ جب خون نکلنا شروع ہوا اور آدمی فوراً جگہ بدل دے تو دوسری جگہ جو نکلے وہ پہلی جگہ نکلنے والے خون کے ساتھ جمع نہ کیا جائے (اور یہ کہا جائے کہ مجلس ایک نہ رہی) ــــ اور اگر جہاں ہے وہیں دن بھر بیٹھا رہے اور کچھ خون صبح کے اوّل وقت نکل کر بند ہو جائے۔ پھر کچھ غروب کے وقت نکلے تو اس کو پہلے کے ساتھ جمع کیا جائے (اور کہا جائے کہ مجلس تو ایک ہی رہی لہذا دونوں یکجا ہوں گے) یہ تو فقاہت سے بالکل بعید ہے۔

وبالجملة علامة اتحاد

مختصر یہ کہ یہاں اتحادِ سبب کی علامت

السبب ھٰھنا ھو التلاحق و اختلافہ ھو تخلل الانقطاع طبعا لا قسرا بخلاف القیئ فان الطبیعۃ تحتاج فیہ الی دفع الثقیل الذی میلہ الطبعی الی الاسفل علی خلاف طبعہ الی جھۃ الاعلی فربما لا تقدر علیہ الا تدریجا کما ھو مرئی مشاھد فما دام الطبیعۃ فی الھیجان فھو سبب واحد و ان تخلل الانقطاع فاذا سکنت ثم ھاجت فھو سبب جدید ھذا ما ظھر لفھمی القاصر فتأمل و تبصر فلعل بعضہ یعرف و ینکر۔

یکے بعد دیگرے مسلسل نکلتا ہے — اور اختلاف سبب کی علامت طبعًا — نہ جبرًا — انقطاع کا درمیان میں حائل ہونا اور بیچ بیچ میں خون کا خود اپنی طبیعت سے بند ہوجانا ہے — اور قے میں ایسا نہیں — کیوں کہ اس میں وہ ثقیل جس کا طبعی میلان نیچے آنے کی طرف ہوتا ہے برخلافِ طبع طبیعت اسے اوپر کی جانب دفع کرنے کی حاجت مند ہوتی ہے تو طبیعت زیادہ تر اس پر تدریجًا ہی قدرت پاتی ہے جیسا کہ یہ دیکھا اور مشاہدہ کیا گیا ہے۔ تو جب تک طبیعت ہیجان میں ہو یہ ایک سبب ہے — اور اگر بیچ میں انقطاع ہوگیا تو طبیعت میں جب سکون ہوجائے تو یہ سبب جدید ہے — یہ وہ ہے جو میرے فہم قاصر پر منکشف ہوا تو اس میں تامل اور نگاہِ غور کی ضرورت ہے، ہوسکتا ہے اس میں کچھ معروف ہو اور کچھ نامعروف۔

الرابع[ف] انما المنقول عن ائمۃ المذھب رضی اللہ تعالٰی عنھم فی النجس الخارج من غیر السبیلین شرط السیلان لیس الا و فیہ خلاف زفر و خلاف بینھم ان السیلان مجرد العلو او مع الانحدار

تنبیہ چہارم ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے سبیلین (پیشاب، پاخانہ کے راستوں) کے علاوہ سے نکلنے والی نجس چیز کے بارے میں صرف سیلان (بہنے) کی شرط منقول ہے اور اس میں صرف امام زفر کا اختلاف ہے اور ان کے درمیان ایک اختلاف یہ ہے کہ سیلان صرف چڑھنے کا نام ہے یا چڑھنے اور ڈھلکنے

ف: مسئلہ تحقیق شریف ان النقض بالخروج الی ما یجب تطھیرہ لاما یندب خلافا للفتح والحلیۃ والبحر والشرنبلالی والطحطاوی والشامی۔

www.alahazratnetwork.org

كما سمعت كل ذلك على هذا كانت كلماتهم حتى جاء الامام ابو الحسين احمد بن محمد القدوری رحمه الله تعالٰی فزاد فی الکتاب قید التجاوز الٰی موضع یلحقه حکم التطهیر ثم تظافرت عامة الکتب علی اتباعه متونا وشروحا وفتاوٰی۔

قال فی المنیة "تفسیر السیلان ان ینحدر عن رأس الجرح واما اذا علا عن رأس الجرح ولم ینحدر لا یکون سائلا وقال بعضهم اذا خرج وتجاوز الٰی موضع یلحقه حکم التطهیر فهو سیلان (یعنی) اذا خرج الدم من رأسه الٰی انفه او اذنه ان سال الٰی موضع یجب تطهیره عند الاغتسال ینتقض والا فلا اھ[1]"

قال المولی الحلبی فی شرحه الحلیة هذا البعض هو الشیخ ابو الحسین القدوری ومن حذا حذوه اھ[2]۔

ثم الذی کانت تتوارد علیه کلماتهم من بعد ان المراد بحکم

دونوں کے مجموعے کا ۔۔۔ جیسا کہ یہ سب آپ سن چکے ۔۔۔ فقہاء کے کلمات اسی حد تک تھے

یہاں تک کہ امام ابو الحسین احمد بن محمد قدوری رحمہ اللہ تعالٰی آئے تو انھوں نے اپنی کتاب میں ایک قید یہ بڑھائی کہ خون ایسی جگہ تجاوز کر جائے جسے (وضو یا غسل میں) پاک کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ پھر متون، شروح اور فتاوٰی کی تقریباً ساری ہی کتابیں ان کے اتباع میں ہم نوا ہوگئیں۔

منیہ میں ہے: سیلان کی تفسیر یہ ہے کہ کہ خون سرِ زخم سے ڈھلک آئے اور اگر سرِ زخم سے اُوپر چڑھے اور نیچے نہ ڈھلکے تو سائل (بہنے والا) نہ ہوگا۔ اور بعض نے کہا جب نکل کر ایسی جگہ تجاوز کر جائے جسے پاک کرنے کا حکم ہوتا ہے تو یہ سیلان ہے ۔۔۔ یعنی جب خون (مثلاً) اس کے سر سے ناک یا کان کی طرف نکلے اگر وہ ایسی جگہ بہہ جائے جس کو غسل کے وقت پاک کرنا واجب ہوتا ہے تو وہ ناقض ہے ورنہ نہیں اھ۔

شیخ حلبی نے اس کی شرح حلیہ میں فرمایا: یہ بعض، شیخ ابو الحسین قدوری اور ان کے متبع حضرات ہیں اھ۔

پھر اس کے بعد سبھی حضرات کے کلمات کا اس پر توارد تھا کہ حکمِ تطہیر سے مراد وجوب ہے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] منیۃ المصلی کتاب الطہارت بیان نواقض الوضوء مکتبہ قادریہ لاہور ص ۹۰

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

التطهیر ھو الوجوب ولو فی الغسل۔ کما افصح عنہ فی المنیۃ[1]۔ وقال العلامۃ ابراھیم الحلبی فی شرحھا الغنیۃ (الی موضع یلحقہ حکم التطھیر) ای یجب تطھیرہ فی الجملۃ فی الوضوء او الغسل او ازالۃ النجاسۃ الحقیقیۃ[1] اھ۔ وقال الحدادی فی الجوھرۃ النیرۃ شرح مختصر القدوری قولہ یلحقہ حکم التطھیر یعنی یجب تطھیرہ فی الحدث او الجنابۃ حتی لو سال الدم الی مالان من الانف نقض الوضوء[2] اھ۔ وقال الامام صدر الشریعۃ فی شرح الوقایۃ (سال الی ما یطھر) ای الی موضع یجب تطھیرہ فی الجملۃ اما فی الوضوء او فی الغسل[3] اھ۔ وقال سلطان الوزراء العلامۃ ابن کمال باشا فی ایضاح الاصلاح (سال الی ما یطھر) ای الی موضع یجب ان یطھر فی الوضوء او فی الغسل بالغسل

اگرچہ غسل ہی میں ہو۔

(۱) جیسا کہ منیہ میں اسے صاف طور پر کہا۔

(۲) اور علامہ ابراہیم حلبی نے اس کی شرح غنیہ میں لکھا: (ایسی جگہ جس کی تطہیر کا حکم ہوتا ہے) یعنی فی الجملہ وضو یا غسل میں اسے پاک کرنا، یا نجاست حقیقیہ (اس پر لگ جائے تو اس) کا دُور کرنا واجب ہوتا ہے اھ۔

(۳) اور حدادی نے مختصر قدوری کی شرح جوہرہ نیرہ میں لکھا: عبارت متن: "یلحقہ حکم التطھیر" (اسے تطہیر کا حکم لاحق ہوتا ہے"۔۔ یعنی اسے حدث یا جنابت میں پاک کرنا واجب ہوتا ہے یہاں تک کہ خون اگر ناک کے نرم حصے تک بہہ آیا تو وضو ٹوٹ جائیگا اھ۔

(۴) امام صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں فرمایا: (ایسی جگہ بہہ جائے جسے پاک کیا جاتا ہے) یعنی ایسی جگہ جسے پاک کرنا فی الجملہ وضو یا غسل میں واجب ہوتا ہے اھ

(۵) سلطان الوزراء علامہ ابن کمال پاشا نے ایضاح الاصلاح میں لکھا: (ایسی جگہ بہہ جائے جسے پاک کیا جاتا ہے) یعنی ایسی جگہ جسے وضو یا غسل میں دھونے یا مسح کرنے کے ذریعہ پاک کرنا

www.alahazratnetwork.org

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۱

[2] الجوہرۃ النیرۃ " مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۹

[3] شرح الوقایۃ " نواقض الوضوء " " " ۱/ ۴۰

او بالمسح[1] اھ۔

واجب ہوتا ہے اھ۔

وقال العلامۃ اکمل الدین البابرتی فی العنایۃ شرح الھدایۃ "قولہ یلحقہ التطھیر المراد ان یجب تطھیرہ فی الجملۃ کما فی الجنابۃ حتی لو سال الدم من الرأس الی قصبۃ الانف انتقض الوضوء لان الاستنشاق فی الجنابۃ فرض[2] اھ۔

(۶) علامہ اکمل الدین بابرتی نے عنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا: عبارت متن "اسے تطہیر لاحق ہوتی ہے" مراد یہ ہے کہ اسے پاک کرنا فی الجملہ واجب ہو جیسے جنابت میں۔ یہاں تک کہ اگر خون سر سے ناک کے بانسے کی طرف بہہ آیا تو وضو ٹوٹ گیا کیونکہ جنابت کے اندر استنشاق (ناک میں پانی چڑھانا) فرض ہے اھ۔

وقال الامام فخر الدین الزیلعی فی تبیین الحقائق "غیر السبیلین اذا خرج منہا شیئ ووصل الی موضع یجب تطہیرہ فی الجنابۃ ونحوہ ینقض الوضوء[3] اھ۔

(۷) امام فخر الدین زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا: "جب غیر سبیلین سے کوئی نجس چیز نکلے اور ایسی جگہ پہنچ جائے جس کی تطہیر جنابت وغیرہ میں واجب ہوتی ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا اھ۔

وقال الامام السید جلال الدین الکرلانی فی الکفایۃ اذا کان فی عینہ قرحۃ ووصل الدم منہا الی جانب اٰخر من عینہ فلا ینقض وضوءہ لانہ لم یصل الی موضع یجب غسلہ[4] اھ

(۸) امام جلال الدین کرلانی کفایہ میں رقم طراز ہیں: "اگر آنکھ میں پھنسی ہو اور خون اس سے نکل کر آنکھ ہی کی دوسری جانب پہنچ جائے تو وضو نہ ٹوٹے گا کیوں کہ وہ ایسی جگہ نہ پہنچا جسے دھونا واجب ہو اھ۔

وقال السید برھان الدین ابرھیم بن ابی بکر بن محمد بن الحسین الاخلاطی الحسینی فی جواھرہ "خروج الدم الی

(۹) سید برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر محمد بن حسین اخلاطی حسینی جواہر میں لکھتے ہیں: "کان کے وسط میں جس جگہ تک غسل کے اندر پانی

---

[1] فتح المعین بحوالہ ابن کمال باشا کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۰

[2] العنایۃ شرح الھدایۃ علی ہامش فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۳ و ۳۴

[3] تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۴۷

[4] الکفایۃ شرح الھدایۃ " المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ بسکھر ۱/۳۴

وسط الاذن بحیث یجب ایصال الماء الیه فی الاغتسال ناقض الوضوء[1] اھ۔

وقال[10] العلامة عبد العلی البرجندی فی شرح النقایة قوله الی ما یطھر ای الی موضع یجب تطھیرہ فی الغسل اھ[2]۔

وقال[11] الامام شیخ الاسلام بکر خواھر زادہ فی مبسوطه علی ما نقل عنه فی الفتح والبحر وغیرھما تورم راس الجرح فظھر به قیح ونحوہ لاینقض مالم یجاوز الورم لانه لایجب غسل موضع الورم فلم یتجاوز الی موضع یلحقه حکم التطھیر اھ[3]۔

وقال[12] المولی حسام الدین السغناقی فی النھایة اول شروح الھدایة علی ما اثرعنه فی الحلیة فی شرح "قوله الی موضع یلحقه حکم التطھیر المراد ان یجب تطھیرہ فی الجملة کما فی الجنابة اھ[4]۔

وھذا[13] ھو المستفاد من معراج الدرایة شرح الھدایة ومن الملتقط[14] ومن الدرر[15]

پہنچانا واجب ہوتا ہے وہاں تک خون نکل آنا ناقضِ وضو ہے اھ۔

(۱۰) علامہ عبد العلی برجندی شرح نقایہ میں فرماتے ہیں: "قوله الی ما یطھر — یعنی ایسی جگہ جس کی تطہیر غسل میں واجب ہے۔" اھ

(۱۱) امام شیخ الاسلام بکر خواہر زادہ اپنی مبسوط میں رقم فرماتے ہیں جیسا کہ اس سے فتح، بحر وغیرہما میں نقل کیا ہے: "سرِ زخم ورم کر گیا اس میں پیپ وغیرہ ظاہر ہوا تو جب تک ورم سے وہ تجاوز نہ کرے ناقض نہیں۔ اس لئے کہ ورم کی جگہ کو دھونا واجب نہیں تو ایسی جگہ تجاوز نہ پایا گیا جسے تطہیر کا حکم لاحق ہو" اھ۔

www.alahazratnetwork.org

(۱۲) حسام الدین سغناقی ہدایہ کی سب سے پہلی شرح نہایہ میں جیسا کہ اس سے حلیہ میں نقل کیا ہے عبارت متن "الی موضع یلحقه حکم التطھیر" کی شرح میں لکھتے ہیں: "مراد یہ ہے کہ اس کی تطہیر فی الجملہ واجب ہو جیسے جنابت میں۔" اھ

(۱۳) یہی معراج الدرایہ شرح ہدایہ (۱۴) ملتقط (۱۵) درر اور ان کے علاوہ کتابوں سے مستفاد ہے۔

---

[1] جواہر الاخلاطی کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضو قلمی ص ۶
[2] شرح النقایة للبرجندی کتاب الطہارۃ مطبع عالی نولکشور ۱/۲۱
[3] فتح القدیر کتاب الطہارۃ المکتبة النوریة الرضویة سکھر ۱/۳۴
[4] النھایة

ومن غیرھا وستود علیك نقولها ان شاء الله تعالٰی۔

وبه[16] جزم العلامة عمر بن نجیم فی النھر الفائق۔

وقال[17] العلامة السید ابوالسعود الازھری فی فتح الله المعین[18] نقلا عن ابیه السید علی الحسینی ان المراد بحکم التطھیر وجوبه فی الوضوء والغسل ولو بالمسح[1] اھ۔

فھذا ما ارتکز فی اذھان العامة جیلا فجیلا غیر ان المحقق علی الاطلاق الامام الھمام کمال الدین محمد بن الھمام زاد الندب ایضا حیث یقول "لوخرج من جرح فی العین دم فسال الی الجانب الاٰخر منھا لاینتقض لانه لایلحقه حکم ھو وجوب التطھیر او ندبه بخلاف ما لو نزل من الراس الی مالان من الانف لانه یجب غسله فی الجنابة ومن النجاسة فینتقض"[2] اھ۔

وتبعه تلمیذہ المحقق فی الحلیة قائلا بعد نقله ما یاتی عن

سب کی عبارتیں ان شاء اللہ تعالٰی آگے نقل ہوں گی۔

(۱۶) اسی پر علامہ عمر بن نجیم نے النہر الفائق میں جزم کیا۔

(۱۷) اور علامہ سید ابوالسعود ازہری نے فتح اللہ المعین میں (۱۸) اپنے والد سید علی حسینی سے نقل کرتے ہوئے لکھا کہ: "حکمِ تطہیر سے مراد اس کا وضو وغسل میں واجب ہونا ہے اگرچہ مسح ہی کے ذریعہ" اھ۔

یہی بات عامہ علماء کے ذہن میں نسل درنسل ثبت رہی مگر محقق علی الاطلاق امام ہمام کمال الدین محمد بن الہمام نے مندوب ہونے کا بھی اضافہ کیا۔ وہ لکھتے ہیں: "اگر آنکھ کے اندر کسی زخم سے خون نکل کر آنکھ ہی کی دوسری جانب بہا تو وضو نہ ٹوٹے گا اس لئے کہ اسے تطہیر کے وجوب یا ندب کا حکم لاحق نہیں ہوتا بخلاف اس صورت کے جب خون سر سے ناک کے نرم حصے میں اتر آئے کیوں کہ اسے جنابت میں اور کوئی نجاست لگنے سے دھونا واجب ہوتا ہے تو وہ ناقضِ وضو ہوگا اھ"۔

اور ان کے تلمیذ محقق نے حلیہ میں ان کا اتباع کیا اور اتقانی کے حوالے سے آنے والی

www.alahazratnetwork.org

---

[1] فتح اللہ المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۱

[2] فتح القدیر فصل فی نواقض الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۴

26

الاتقانی" فعلی هذا المراد ان یتجاوز الی موضع یجب طہارتہ او تندب کما اشرنا الیہ انفا[1] اھ۔

عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا: "تو اس بنا پر مراد یہ ہوگی کہ ایسی جگہ تجاوز کر جائے جس کی طہارت واجب یا مندوب ہوتی ہے۔ جیسا کہ اس کی جانب ہم نے ابھی اشارہ کیا" اھ۔

قلت[26] والاشارۃ فی قولہ الی موضع یلحقہ حکما لتطہیر ای شرع فی حقہ الحکم الذی ھو التطہیر[2] اھ فان المشروع یعم المندوب۔

قلت اشارہ۔ الی موضع یلحقہ حکم التطہیر کے تحت۔ ان کی اس عبارت میں ہے "یعنی اس کے حق میں مشروع ہے وہ حکم جو تطہیر ہے اھ"۔ اس لئے کہ مشروع، مندوب کو بھی شامل ہے۔

اقول[27] وربما یترشح ھذا التعمیم من النہایۃ ایضا فانہ مع تصریحہ بان المراد الوجوب کما تقدم فرع علیہ بقولہ حتی لو سال الدم الی قصبۃ الانف انتقض الوضوء لان الاستنشاق فی الجنابۃ فرض وفی الوضوء سنۃ وکذلک فی المبسوط[3] اھ۔ فان الاستنان لولم یکف لکان ذکرہ عبثا الا ان یقال المراد انہ وان لم یکن فی الوضوء الا سنۃ لکنہ فی الغسل فرض فتحقق التجاوز الی ما یجب تطہیرہ فی الجملۃ

اقول یہ تعمیم نہایہ سے بھی کچھ مترشح ہوتی ہے۔ کیوں کہ انھوں نے وجوب مراد ہونے کی تصریح مذکور کے باوجود اس پر تفریع میں یہ لکھا ہے: "یہاں تک کہ خون اگر ناک کے بانسے کی طرف بہہ آیا تو وضو ٹوٹ گیا کیونکہ استنشاق جنابت میں فرض اور وضو میں سنت ہے ۔۔۔ ایسا ہی مبسوط میں ہے" اھ۔ اس لئے کہ سنت ہونا اگر کافی نہ ہوتا تو اس کا تذکرہ عبث ہوتا۔ مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ وضو میں اگرچہ صرف سنت ہے لیکن غسل میں فرض ہے تو ایسی جگہ تجاوز متحقق ہوگیا جس کی تطہیر فی الجملہ واجب ہے تو اس جملے (وضو میں سنت ہے)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] " " " "

[3] النہایۃ

www.alahazratnetwork.org

فتکون زیادۃ ھذہ الجملۃ تحقیقا لقولہ ماسبق فی الجملۃ وھذا ھو الذی یتعین حمل کلامہ علیہ کیلا یخالف اٰخرہ اولہ۔

کا اضافہ دراصل اس لفظ "فی الجملہ" کی تحقیق قرار پائے گا جو پہلے ان کی عبارت میں آگیا ہے ـــــ اسی معنی پر ان کے کلام کو محمول کرنا متعین ہے تاکہ اس کا آخری حصہ ابتدائی حصے کے مخالف نہ ہو۔

اقول ف وکذٰلک لظاھر کلام المحقق حیث اطلق تجاذب فی الاول والاٰخر فانہ عمم الندب ثم ذکر النزول الی ما لان وعللہ بوجوب غسلہ فی الغسل ومعلوم ان المفہوم معتبر فی کلمات العلماء، ولو کان الحکم عندہ کذٰلک فی النزول الی ما اشتد کان الظاھر ان یذکرہ ویعللہ بندب غسلہ فی الغسل والوضوء کی یکون مثالا لما زاد من الندب ولا یوھم خلاف المرام لکنہ رحمہ اللہ تعالٰی لم یربدا من اتباع العامۃ فانھم انما صوروا المسألۃ ھکذا کما ستعرفہ ان شاء اللہ تعالٰی۔

اقول اسی طرح محقق علی الاطلاق کے بھی ظاہر کلام کے اندر اول وآخر کے درمیان کش مکش پائی جاتی ہے ـــــ کیوں کہ پہلے انہوں نے حکم کو ندب کے لئے بھی عام کردیا پھر ناک کے نرم حصے تک خُون اُتر آنے کا ذکر کیا اور غسل میں اس کا دھونا واجب ہونے سے علت بیان کی ـــــ اور معلوم ہے کہ کلماتِ علماء میں مفہوم معتبر ہوتا ہے۔ اگر ان کے نزدیک ناک کے سخت حصے تک اتر آنے کا حکم ایسا ہی ہوتا تو ظاہر یہ تھا کہ اسے ذکر کرتے اور غسل ووضو میں اسے دھونے کے مندوب ہونے سے اس کی تعلیل فرماتے تاکہ جو لفظ "ندب" انھوں نے بڑھایا اس کی ایک مثال ہوجاتی اور خلافِ مقصود کا وہم نہ پیدا ہوتا ـــــ لیکن حضرت محقق رحمہ اللہ تعالٰی نے عامۂ علماء کے اتباع سے کوئی مفر نہ دیکھا کیونکہ انھوں نے مسئلہ کی صورت اسی طرح رکھی ہے جیسا کہ آگے ان شاء اللہ تعالٰی معلوم ہوگا۔

ف: تطفل ۵۵ علی الفتح۔

www.alahazratnetwork.org

ثم لم ار من تبعه بعده غير تلميذه حتى اتى المحقق البحر فشيد اركانه فى بحره قائلا "انما فسرنا الحكم بالاعم من الواجب و المندوب لان ما اشتد من الانف لاتجب طهارته اصلا بل تندب لما ان المبالغة فى الاستنشاق لغير الصائم مسنونة" وقد صرح فى معراج الدراية وغيره بانه اذا نزل الدم الى قصبة الانف نقض، و فى البدائع اذا نزل الدم الى صماخ الاذن يكون حدثا وفى الصحاح صماخ الاذن خرقها وليس ذلك الالكونه يندب تطهيره فى الغسل ونحوه، فقول بعضهم المراد ان يصل الى موضع تجب طهارته محمول على ان المراد بالوجوب الثبوت، وقول الحدادى اذا نزل الدم الى قصبة الانف لاينقض محمول على انه لم يصل الى مايسن ايصال الماء اليه فى الاستنشاق

پھر ان کے بعد ان کی تبعیت کرنے والا ان کے تلمیذ صاحبِ حلیہ کے سوا کسی کو میں نے نہ دیکھا یہاں تک کہ محقق صاحبِ بحر آئے تو انہوں نے البحرالرائق میں اس کے ستون مضبوط کئے اور فرمایا: "ہم نے حکم کی تفسیر اس سے کی جو واجب اور مندوب دونوں کو عام ہے اس لئے کہ ناک کے سخت حصے کی طہارت بالکل (یعنی وضو اور غسل کسی میں بھی) واجب نہیں بلکہ مندوب ہے اس لئے کہ غیر روزہ دار کے لئے استنشاق میں مبالغہ (یعنی نرم حصے سے بڑھاکر سخت تک پانی چڑھا دینا) مندوب ہے ــ اور معراج الدرایہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ خون جب ناک کے بانسے تک اتر آئے تو ناقضِ وضو ہے ــ اور بدائع میں ہے: خون جب صماخِ گوش (کان کے سوراخ) تک اتر آئے تو حدث ثابت ہوجائے گا ــ صحاح میں صماخِ اذن کا معنیٰ کان کا شگاف لکھا ہے ــ اور یہ اسی لئے ہے کہ اس کی تطہیر غسل وغیرہ میں مندوب ہے ــ تو بعض حضرات کا یہ فرمانا کہ "مراد ایسی جگہ پہنچنا ہے جس کی طہارت واجب ہے" ــ اس پر محمول ہوگا کہ واجب ہونے کا مطلب ثابت ہونا ہے ــ اور حدادی کی عبارت "اذا نزل الدم الی قصبۃ الانف لاینقض (خون جب ناک کے بانسے تک اتر آئے تو ناقض نہیں)" اس پر محمول ہوگی کہ اس جگہ تک نہ پہنچے جہاں استنشاق میں پانی پہنچانا

www.alahazratnetwork.org

توفیقا بین العبارات و قول من قال اذا نزل الدم الی مالان من الانف نقض لایقتضی عدم النقض اذا وصل الی مااشتد منہ الا بالمفہوم و الصریح بخلافہ و قد اوضحہ فی غایۃ البیان و العنایۃ والمراد بالوصول المذکور سیلانہ اھ[1]

مسنون ہے تاکہ عبارتوں میں تطبیق ہوجائے ـــــ اور بعض حضرات کے کلام میں آیا ہے کہ "جب خون ناک کے نرم حصے تک اتر آئے تو ناقضِ وضو ہے" اس کا تقاضا یہ نہیں کہ جب سخت حصّے تک پہنچے تو ناقضِ وضو نہیں مگر یہ کہ اس کا مفہوم لیا جائے حالاں کہ صریح اس کے برخلاف ہے اور غایۃ البیان و عنایہ میں اسے واضح طور پر لکھا ہے۔ اور وصول (پہنچنا) جو مذکور ہوا اس سے مراد سیلان (بہنا) ہے اھ۔

اقول[۸۹] ف تاویلہ کلام الحدادی فی السراج الوھاج کانہ یرید بہ ان "الی" فی کلامہ لاخراج الغایۃ ای نزل الدم من الرأس و انتھی الی مبدء مااشتد من الانف من دون ان ینزل منہ شیئ فیہ، وھذا کان محتملا لولا ان الحدادی صرح فی مختصر سراجہ ان المراد بالحکم الوجوب وفرع علیہ تقیید الانتقاض بالنزول الی مالان کما تقدم وسیأتی عنہا ماھو انص واجلی

اقول حدادی کی عبارت سراج وہاج کی جو تاویل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب بحر یہ مراد لے رہے ہیں کہ عبارت سراج میں لفظ "اِلیٰ" غایت کو خارج کرنے کیلئے ہے یعنی خون سر سے اُترے اور ناک کے سخت حصے کے شروع تک پہنچے خود اس حصے میں ذرا بھی نہ اُترے۔ یہ احتمال تو تھا اگر حدادی نے اپنی مختصر سراج میں یہ تصریح نہ کردی ہوتی کہ حکم سے وجوب مراد ہے اور اس پر تفریع کرتے ہُوئے وضو ٹوٹنے کو خون کے نرم حصے تک اُتر آنے سے مقید نہ کیا ہوتا جیسا کہ گزرا اور آگے ان کی اس سے بھی زیادہ صریح اور روشن و

ف: تطفل[۵۵] علی البحر۔

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۱و۳۲

www.alahazratnetwork.org

وردّ اخوہ وتلمیذہ العلامۃ عمر فی النھر الفائق بقولہ "وھذا وھم وانّی یستدل بما فی المعراج وقد علل المسألۃ بما یمنع ھذا الاستخراج فقال ما لفظہ لو نزل الدم الی قصبۃ الانف انتقض بخلاف البول اذا نزل الی قصبۃ الذکر ولم یظھر فانہ لم یصل الی موضع یلحقہ حکم التطھیر، وفی الانف وصل فان الاستنشاق فی الجنابۃ فرض کذا فی المبسوط اھ، وقد افصح ھذا التعلیل عن کون المراد بالقصبۃ مالان منھا لانہ الذی یجب غسلہ فی الجنابۃ ولذا قال الشارح (ای شارح الکنز یرید الامام الزیلعی) لو نزل الدم من الانف انتقض وضوؤہ اذا وصل الی مالان منہ لانہ یجب تطھیرہ وحمل الوجوب فی کلامہ علی الثبوت مما لا داعی الیہ وعلی ھذا فیجب ان یراد بالصماخ الخرق الذی یجب ایصال الماء الیہ فی الجنابۃ وبھذا ظھر ان کلامھم مناف لتلک الزیادۃ[1] اھ کلام النھر۔

واضح عبارت آرہی ہے۔ صاحبِ بحر کی تردید میں ان کے برادر اور تلمیذ علامہ عمر نے النہر الفائق میں یہ لکھا ہے: "یہ وہم ہے اور معراج کی عبارت سے استدلال کیا" جبکہ اس میں مسئلہ کی تعلیل ان الفاظ سے بیان ہوئی ہے جو یہ مطلب لینے سے مانع ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: خون اگر ناک کے بانسے تک اُتر آئے تو وضو ٹوٹ جائے گا برخلاف اس صورت کے جب پیشاب ذکر کی نالی تک اُتر آئے اور ظاہر نہ ہو، اس لئے کہ یہ ایسی جگہ نہ پہنچا جسے تطہیر کا حکم ہے اور ناک میں ایسی جگہ پہنچ گیا اس لئے کہ جنابت میں استنشاق فرض ہے، ایسا ہی مبسوط میں ہے اھ۔ اس تعلیل نے تو صاف بتادیا کہ بانسے سے مراد اس کا نرم حصّہ ہے اس لئے کہ یہی وہ ہے جسے جنابت میں دھونا واجب ہے۔ اسی لئے شارح فرماتے ہیں (یعنی کنز الدقائق کے شارح مراد ہیں امام زیلعی)، اگر خون ناک سے اترا تو وضو ٹوٹ جائے گا جب اس کے نرم حصے تک پہنچ گیا ہو اس لئے کہ اس کی تطہیر واجب ہے۔ اور ان کے کلام میں لفظ وجوب کو معنی ثبوت پر محمول کرنے کا کوئی داعی نہیں۔ اس بنا پر ضروری ہے کہ صماخ سے وہ شگاف مراد ہو جہاں جنابت میں پانی پہنچانا واجب ہے۔ اسی سے واضح ہوگیا کہ ان حضرات کی عبارتیں اس اضافے (ندب) کے منافی ہیں اھ نہر کی عبارت ختم۔

www.alahazratnetwork.org

---

[1] النہر الفائق کتاب الطہارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲

اقول[۹۰] کفی بابداء التوفیق ف۱
بین کلماتھم داعیا الیہ ان امکن[۹۱]
وکلام المعراج ف۲ ان لم یثبت الزیادۃ
فلاینفیہا وکلام ف۳ الشارح انما ینافی[۹۲]
بلحاظ مفہوم المخالفۃ وقد اجاب
عنہ البحر بان المفہوم
لایعارض الصریح فیجب عندہ
ان یراد ان المفہوم غیر مراد
کی لاتتعارض کلمات
الاسیاد۔

نعم فی الاستناد بالمعراج
منع ظاھر فان ظاھر قولہ نزل الی
قصبۃ الانف وان کان مفید
التعمیم ماشتد ومالان فان
بالنزول الی ماشتد یتحقق
النزول الی القصبۃ قطعا وان
لم یصل الی المارن لکن یکدرہ تعلیلہ
اٰخرا بافتراض الاستنشاق کما
ذکرہ فی النھر۔

اقول[۹۳] ف۴ لاسیما وقد ترک

اقول داعی ہونے کے لئے ان حضرات
کی عبارتوں میں بشرطِ امکان تطبیق پیدا کرنے کا
مقصد کافی ہے — اور معراج کی عبارت اگر اس
اضافے کو ثابت نہیں کرتی تو اس کی تردید بھی نہیں
کرتی — اور شارح (امام زیلعی) کے کلام میں
مفہوم مخالفت کا لحاظ کیا جائے جب ہی وہ اس کے
منافی ہوگا۔ صاحب بحر اس کا جواب دے چکے
ہیں کہ مفہوم، صریح کے معارض و مقابل نہیں ہوتا تو
ان کے نزدیک ضروری ہے کہ مفہوم مراد نہ ہوتا کہ
ان حضرات کے کلام میں تعارض نہ ہوسکے۔

ہاں معراج سے استناد پر کھلا ہوا منع وارد
ہوتا ہے — اس لئے کہ ان کا ظاہر کلام
"ناک کے بانسے تک اُترے" اگرچہ سخت و نرم
دونوں حصّوں کی تعمیم کا افادہ کر رہا ہے کیونکہ سخت
حصّے میں اُترنے سے بھی بانسے میں اترنا قطعاً
متحقق ہوجاتا ہے اگرچہ نرم حصے تک نہ پہنچے لیکن
یہ تعمیم مکدر اور نامقبول ہوجاتی ہے جب آخر میں
وہ اس کی علت استنشاق کی فرضیت سے بیان
کرتے ہیں جیسا کہ نہر میں ذکر کیا۔

اقول ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ

ف۱: تطفل[۸۹] علی النھر
ف۲: تطفل[۹۰] اٰخر علیہ
ف۳: تطفل[۹۱] ثالث علیہ
ف۴: تطفل[۹۲] اٰخر علی البحر بتأیید کلام النھر۔

www.alahazratnetwork.org

على ما نقل فی النهر من کلام المبسوط لفظة وفی الوضوء سنة کما تقدم نقله عن الحلیة عن النهایة عن المبسوط فلوکان مراده العموم لما ترك مایفیده واقتصر علی ما لایعطیه۔

مبسوط میں یہ الفاظ بھی تھے کہ "اور وضو میں سنّت ہے" جیسا کہ حلیہ کی عبارت میں بواسطہ نہایہ، مبسوط سے نقل گزری لیکن جیسا کہ نہر نے نقل کیا معراج میں مبسوط کے وہ الفاظ ترک کر دیے ہیں تو اگر صاحبِ معراج کا مقصود عموم ہوتا تو اس کا افادہ کرنے والے الفاظ وہ ترک کر کے صرف اس قدر پر اکتفا نہ کرتے جو عموم کا معنی نہیں دیتی۔

وانتصر العلامة الشامی للبحر الرائق فی منحة الخالق فقال "یتعین ان یحمل قول المعراج فان الاستنشاق فی الجنابة فرض علی معنی ان اصل الاستنشاق فرض وان یبقی اول کلامه علی ظاهرہ من غیر تاویل[1] الخ۔

علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں البحر الرائق کی حمایت کی ہے اور لکھا ہے کہ، عبارت معراج، "استنشاق جنابت میں فرض ہے" کو اصل استنشاق فرض ہونے کے معنی پر محمول کرنا اور اس کی ابتدائی عبارت کو بغیر کسی تاویل کے ظاہر پر باقی رکھنا متعین ہے الخ۔

اقول[۹۴] ف[۱] کیف یخالف بین محملیهما مع ان اخرہ علی اوله دلیل قال "لما سیأتی قریبا عن غایة البیان ان النقض بالوصول الی قصبة الانف قول اصحابنا وان اشتراط الوصول الی مالان منه قول زفر[2] الخ۔

اقول دونوں کے مطلب میں مخالفت کیسے ہوگی جبکہ آخر کلام کو اوّل کی دلیل بنایا ہے آگے اپنی تائید میں علامہ شامی یہ لکھتے ہیں، اس لئے کہ آگے غایۃ البیان کے حوالے سے آرہا ہے کہ ناک کے بانسے تک خون پہنچ آنے سے وضو ٹوٹ جانا ہمارے اصحاب کا قول ہے اور نرم حصّے تک پہنچنے کی شرط امام زفر کا قول ہے الخ۔

ف[۱]: معروضة علی العلامة الشامی۔

---

[1] منحة الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۱ و ۳۲

[2] " " " " " " ۱/ ۳۲

اقول ۹۵ ف۱ هذا کان له محل لو ان المعراج کان هو المتفرد بهذا فکان یجب رد کلامه الی وفاق الجمهور مهما امکن لکن عامة الکتب مصرحة ههنا بتقیید النقض بمالان کما ستسمعه ان شاء اللہ تعالٰی فجعلهم جمیعا غافلین عما حکی الاتقانی فی غایة البیان فی غایة البعد غایة الامران یحمل علی اختلاف الروایات فانی یجب رد ما فی المعراج الی ما فی الغایة۔

ثم ۹۶ ف۲ علی هذا ایضا انما کان السبیل ان یحمل کلامه اولا واٰخرا علی بیان ما اذا نزل الی مالان والسکوت عما نزل الی ما اشتد کما اختاره البحر لا ان یجعل اٰخر کلامه مخالفا لاوله مع کونهما مطلبا ودلیلا۔

قال وان قول من قال اذا وصل الی ما لان منه لبیان الاتفاق وکان صاحب النهر لم یطلع علی ذلك

اقول اس کا موقع تھا اگر تنہا صاحبِ معراج اس خصوص کے قائل ہوتے، ایسی صورت میں جہاں تک ہوسکے ان کے کلام کو جمہور کی موافقت کی جانب پھیرنا واجب ہوتا، لیکن عامہ کتب نے وضو ٹوٹنے کو نرم حصّے تک پہنچنے سے صراحۃً مقید کیا ہے ـــــ جیسا کہ ان شاء اللہ آگے ان کی عبارتیں پیش ہوں گی ـــــ تو اتقانی نے غایۃ البیان میں جو حکایت کی ہے اس سے سب ہی کو غافل ٹھہرانا انتہائی بعید ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ اختلافِ روایات مانا جائے پھر عبارتِ معراج کو عبارتِ غایہ کی جانب پھیرنا کیسے ضروری ہوگا۔

پھر اس بنا پر بھی راہ یہی تھی کہ کلامِ معراج اوّل وآخر دونوں جگہ نرم حصہ تک خون اترنے سے متعلق حکم کے بیان اور سخت حصے تک اترنے سے متعلق سکوت پر محمول کیا جائے جیسا کہ بحر نے اختیار کیا، نہ یہ کہ آخر کلام کو اول کے خلاف بنایا جائے باوجودے کہ ایک مدعا ہے دوسرا دلیل۔

علامہ شامی آگے فرماتے ہیں: اور جس نے یہ لکھا ہے کہ "جب خون نرم حصّے تک پہنچ جائے" اس کا مقصد ایسی صورت رکھنا ہے جس پر امام زفر کا بھی اتفاق ہو ـــــ شاید صاحبِ نہر

ف۱: معروضة ۶۴ اخرٰی علی العلامة ش۔

ف۲: معروضة ۶۵ ثالثة علیه۔

www.alahazratnetwork.org

حتی قال ماقال[1] اھ۔

اس (تصریح غایۃ البیان) سے آگاہ نہ ہوئے اور وہ سب کہہ گئے اھ۔

اقول[٩٧] ھذا انما یتمشی فی عبارۃ الھدایۃ وفیھا کلام الاتقانی دون سائر العبارات المتظافرۃ الا فی بعضھا بتعسف شدید ھذا۔

اقول یہ توجیہ صرف ہدایہ کی عبارت میں چل سکتی ہے اسی کے بارے میں اتقانی کی گفتگو بھی ہے۔ دوسری بہت ساری عبارتوں میں یہ توجیہ نہیں ہوسکتی ہاں بعض میں شدید تکلف کے بعد ممکن ہے ــــ یہ بحث تمام ہوئی۔

ولنأت علی ماذکر الاتقانی فاعلم ان الامام برھان الدین قال فی الھدایۃ فی صدر الفصل المعانی الناقضۃ للوضوء کل مایخرج من السبیلین والدم والقیح اذا خرجا من البدن فتجاوز الی موضع یلحقہ حکم التطھیر[2] ثم ذکر مسائل القیئ الی ان ذکر قیئ الدم، ثم قال ولونزل من الرأس الی مالان من الانف نقض بالاتفاق لوصولہ الی موضع یلحقہ حکم التطھیر فیتحقق الخروج[3] اھ۔

اب ہم اس پر آتے ہیں جو اتقانی نے ذکر کیا۔ پہلے یہ جان لیجئے کہ امام برہان الدین نے فصل نواقضِ وضو کے شروع میں فرمایا: "ہر وہ چیز جو سبیلین سے خارج ہو۔ اور خون اور پیپ جب یہ دونوں، بدن سے نکل کر کسی ایسی جگہ تجاوز کرجائیں جسے تطہیر کا حکم لاحق ہے" ــــ پھر قے کے مسائل بیان کئے یہاں تک کہ خون کی قے کا ذکر کیا، پھر فرمایا: "اور اگر سر سے ناک کے اس حصے تک اُتر آئے جو نرم ہے تو بالاتفاق ناقضِ وضو ہے کیونکہ خون ایسی جگہ پہنچ گیا جس کی تطہیر کا حکم ہوتا ہے تو خروج متحقق ہوجائے گا" اھ۔

قال العلامۃ الاتقانی قولہ الی

علامہ اتقانی لکھتے ہیں: ان کی عبارت

ف: معروضۃ[٦٦] رابعۃ علیہ۔

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲

[2] الہدایۃ کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۸

[3] " " " " " " " " " " ۱/۱۰

مالان من الانف ای الی المارن وما
بمعنی الذی فان قلت لم قید بھذا
القید مع ان الروایة مسطورة فی
الکتب عن اصحابنا ان الدم اذا نزل
الی قصبة الانف ینقض الوضوء و
لاحاجة الی ان ینزل الی مالان
من الانف فای فائدة فی ھذا
القید اذن سوی التکرار
بلافائدة لان ھذا الحکم
قد علم فی اول الفصل من قوله
والدم والقیح اذا خرجا من البدن
فتجاوزا الی موضع یلحقه حکم التطھیر
قلت بینا لاتفاق اصحابنا جمیعا لان
عند زفر لاینتقض الوضوء مالم ینزل
الدم الی مالان من الانف لعدم الظھور
قبل ذلک اھ (قال فی المنحة بعد نقله
وھو شاھد قوی علی ما
قاله (ای صاحب البحر) فلا
تغتر بتزییف صاحب النھر، واللہ تعالی
ولی التوفیق اھ[1]
وذکر مثل کلامه الذی
نقلنا ھھنا مع قلیل زیادة فی
رسالته الفوائد المخصصة واورد خلاصته

"الی مالان من الانف — ناک کے اس حصے
تک اتر آئے جو نرم ہے۔" اس سے مراد "مارن"
(نرمہ) ہے۔ اور "ما" بمعنی الذی ہے۔ اگر اعتراض
ہو کہ یہ قید کیوں لگائی جب کہ ہمارے اصحاب کی
کتابوں میں روایت یوں لکھی ہوئی ہے کہ خون جب
ناک کے بانسے تک اتر آئے تو ناقض وضو ہے۔
اور اس کی ضرورت نہیں کہ ناک کے نرم حصے تک
اترے ایسی صورت میں اس قید کا کیا فائدہ؟
سوا اس کے کہ بے سود تکرار ہو کیونکہ یہ حکم تو وہیں معلوم
ہو گیا جو شروع فصل میں فرمایا: "اور خون اور پیپ
جب یہ بدن سے نکل کر کسی ایسی جگہ تجاوز کر جائیں
جسے تطہیر کا حکم لاحق ہے" — تو میں کہوں گا یہ اس
صورت کا بیان ہے جس میں ہمارے تمام اصحاب کا
اتفاق ہے اس لئے کہ امام زفر کے نزدیک جب
تک نرم حصے تک نہ اترے وضو نہیں ٹوٹتا اس لئے
کہ اس سے پہلے ظہور ثابت نہیں ہوتا اھ اسے
علامہ شامی نے منحۃ الخالق میں نقل کرنے کے بعد
فرمایا: یہ صاحب بحر کے کلام پر قوی شاہد ہے تو
صاحب نہر کی تردید سے دھوکے میں نہیں پڑنا چاہئے۔
اور خدائے تعالٰی کی توفیق کا مالک ہے اھ۔
اسی طرح کی بات علامہ شامی نے تھوڑے
اضافے کے ساتھ اپنے رسالہ "الفوائد المخصصہ"
میں بھی ذکر کی ہے — اس کا خلاصہ ردالمحتار

www.alahazratnetwork.org

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲

فی ردالمحتار وختمہ بقولہ "فھذا صریح فی ان المراد بالقصبۃ ما اشتد فاغتنم ھذا التحریر المفرد" الخ۔[1]

اقول[۹۸] نعم[ف۱] ھو صریح فی ان المراد فی تلك الروایۃ ما اشتد، اما عبارۃ المعراج التی فیھا کلام البحر و النھر ولا مساغ فیھا للحمل علی ما اشتد للزوم الاختلاف بین الدلیل و المدعی کما علمت فالحق ان استناد البحر بھا لیس فی محلہ۔

ثم اقول[۹۹] ان[ف۲] کان مراد الھدایۃ بالحکم الوجوب کما ھو المتبادر من کلامہ فانہ انما جعلہ واصلا الی ما یلحقہ حکم التطھیر بعد نزولہ الی مالان، فمعلوم ان المارن داخل من وجہ وخارج من وجہ یلحقہ حکم التطھیر فی الغسل ولا یلحقہ فی الوضوء فالتنصیص علی مثل ھذا لایعد عبثا ولا تکرارا فیسقط سؤال الغایۃ من رأسہ۔

میں بھی لکھا ہے اور اسے اس عبارت پر ختم کیا ہے: "تو یہ اس بارے میں صریح ہے کہ بانسے سے مراد اس کا سخت حصہ ہے۔ اس منفرد تحریر کو غنیمت جانو" الخ

اقول ہاں یہ اس بارے میں صریح ہے کہ اس روایت میں سخت حصہ ہی مراد ہے۔ لیکن عبارتِ معراج جس میں بحر ونہر کی گفتگو ہے اسے "سخت حصے" پر محمول کرنے کی گنجائش نہیں اس لئے کہ دلیل اور دعوے کے درمیان اختلاف لازم آتا ہے، جیسا کہ معلوم ہوا۔ تو حق یہی ہے کہ اس سے بحر کا استناد بے جا ہے۔

ثم اقول اگر حکم سے ہدایہ کی مراد وجوب ہو جیسا کہ اس کی عبارت سے یہی متبادر ہے ــــ کیونکہ اس میں خون کو نرم حصے تک پہنچنے کے بعد ہی اس جگہ تک پہنچنے والا قرار دیا ہے جسے حکم تطہیر لاحق ہوتا ہے ــــ تو یہ معلوم ہے کہ نرمہ ایک طرح سے داخل ہے اور ایک طرح سے خارج ہے، غسل میں اسے تطہیر کا حکم لاحق ہوتا ہے اور وضو میں لاحق نہیں ہوتا اس لئے ایسی چیز سے متعلق تصریح کر دینے کو بے فائدہ اور تکرار شمار نہ کیا جائے گا ــــ تو غایۃ البیان کا اعتراض ہی سرے سے ساقط ہے۔

ف۱: معروضۃ[۷۶] خامسۃ علیہ۔

ف۲: تطفل[۷۶] علی العلامۃ الاتقانی۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطلب نواقض الوضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۱

www.alahazratnetwork.org

وعلی ھذا[ف۱] فالعجب من العلامۃ صاحب العنایۃ رحمہ اللہ تعالی حیث صرح ان المراد بالحکم الوجوب ثم تبع الغایۃ فی ایراد ھذا السؤال والجواب وزاد ان قولہ (ای قول الھدایۃ) لوصولہ الی موضع یلحقہ حکم التطھیر یعنی بالاتفاق لعدم الظھور قبل ذلک عند زفر[۱] اھ

اس تفصیل کے پیشِ نظر علامہ صاحبِ عنایہ رحمہ اللہ تعالٰی پر تعجب ہے کہ انھوں نے حکم سے وجوب مراد ہونے کی تصریح کی پھر بھی یہ اعتراض و جواب ذکر کرنے میں غایۃ البیان کی پیروی کر لی اور مزید یہ لکھا کہ ، عبارت ہدایہ "لوصولہ الخ__کیونکہ خون ایسی جگہ پہنچ گیا جس کی تطہیر کا حکم ہوتا ہے"__ اس سے مراد یہ کہ ایسی جگہ پہنچ گیا جس کی تطہیر کا حکم بالاتفاق ہے۔ کیونکہ زم حصے تک پہنچنے سے پہلے امام زفر کے نزدیک ظہور ثابت نہیں ہوتا اھ۔

واعترضہ العلامۃ سعدی افندی فی حاشیتہ علیھا قائلا فیہ بحث[۲] اھ ولم یبین وجھہ۔

اس پر علامہ سعدی آفندی نے اپنے حاشیہ عنایہ میں یہ کہہ کر اعتراض کیا کہ "اس میں بحث ہے"۔ اور وجہ بحث بیان نہ کی۔

اقول [ف۲] وجہ التقریر علی ھذا التقدیر ان ائمتنا الثلثۃ رضی اللہ تعالی عنھم یعتبرون السیلان الی ما یلحقہ حکم التطھیر ولوندبا وزفر وان اجتزأ بمجرد الظھور لکن یجب عندہ الوصول الی ماھو ظاھر البدن اذ لاظھور قبل ذلک فماداما الدم فی ماشتد

اقول اس تقدیر پر صورت تقریر یہ ہوگی کہ ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اس جگہ بہنے کا اعتبار کرتے ہیں جسے تطہیر کا حکم ہو اگرچہ بطور ندب ہو۔ اور امام زفر نے اگرچہ خون بہنے کے بجائے صرف ظاہر ہونے پر اکتفا کیا ہے لیکن ان کے نزدیک ایسی جگہ پہنچنا واجب ہے جو ظاہر بدن ہو کیونکہ ظہور اس سے پہلے ہوگا ہی نہیں۔ تو خون جب تک

ف۱: تطفل[۲۹] علی العنایۃ۔
ف۲: تطفل[۳۰] علی العلامۃ سعدی افندی۔

[۱] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۲

[۲] حاشیۃ سعدی آفندی " " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

من الانف سائلا فیه غیر واصل الی مالان یتحقق الناقض عند الائمة لندب غسله فی الغسل والوضوء لا عند الامام زفر لان ما اشتد لیس من ظاهر البدن عند احد فلا یتحقق الظهور اما اذا تجاوز حتی اذا وصل الی الحروف الاول ممالان فقد تحقق الناقض علی القولین اما علی قول الائمة فظاهر واما علی قول زفر فلظهوره علی ظاهر البدن فیتحقق الخروج۔

فقوله لوصوله الخ یعنی بالاتفاق فان مراد زفر بالوصول مجرد الظهور وبمایلحقه حکم التطهیر ظاهر البدن ومراد الائمة بالوصول السیلان ومایلحقه التطهیر ماشرع تطهیره ولوندبا فاذا وصل الی هنا حصل الوصول بالمعنیین الی مایطهر علی القولین وهذا تقریر صاف واف لابحث فیه ولاغبار علیه۔

بقی الفحص عن الروایة **اقول** [۱۰۱] لانمتری ان صاحب الغایة ثقة الی الغایة وقد اعتمد کلامه فی العنایة وجزم به فی الحلیة حتی حکم باعتماده علی صاحب المنیة و

ناک کے سخت حصے میں بہہ رہا ہے نرم حصے تک پہنچا نہیں ہے اس وقت ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ناقض متحقق ہے اس لئے کہ غسل و وضو میں اس حصے کو دھونا مندوب ہے جبکہ امام زفر کے نزدیک ناقض متحقق نہیں کیونکہ سخت حصہ کسی کے نزدیک ظاہر بدن میں شمار نہیں تو ظہور ثابت نہیں لیکن جب ذرا آگے بڑھ کر نرم حصے کے پہلے کنارے تک پہنچ جائے تو دونوں ہی قول پر ناقض متحقق ہوگیا۔ قولِ ائمہ پر تو ظاہر ہے۔ اور قول امام زفر پر اس لئے کہ خون ظاہر بدن پر ظاہر ہوگیا تو خروج متحقق ہوجائے گا۔

www.alahazratnetwork.org

اب کلام عنایہ میں جو آیا کہ فقوله لوصوله الخ یعنی بالاتفاق اس کا مطلب واضح ہے اس لئے کہ پہنچنے سے امام زفر کی مراد محض ظاہر ہونا ہے اور "جسے حکم تطہیر لاحق ہے" سے ان کی مراد ظاہر بدن ہے۔ اور پہنچنے سے ائمہ کی مراد بہنا ہے اور "جسے حکم تطہیر لاحق" سے ان کی مراد وہ جس کی تطہیر مشروع ہے اگرچہ ندب کے طور پر ہو تو خون جب نرم حصے تک پہنچ گیا تو دونوں قول کے مطابق جسے حکم تطہیر لاحق ہے اس تک پہنچنے کا دونوں معنی حاصل ہوگیا ــــ یہ صافی و وافی تقریر ہے جس میں نہ کوئی بحث ہے اور نہ اس پر کوئی غبار ہے۔

اب رہی روایت کی تفتیش **اقول** ہم اس میں شک نہیں رکھتے کہ صاحب غایہ نہایت درجہ ثقہ ہیں، ان کے کلام پر صاحب عنایہ نے اعتماد کیا، اور اس پر صاحب حلیہ نے جزم کیا یہاں تک کہ ان پر اعتماد کرکے صاحب منیہ، اور

على من هو اجل واكبر اعنى الامام برهان الدين محمود صاحب الذخيرة انهما مشيا ههنا على قول زفر۔

لكن الذى رأيته فيما بيدى من الكتب هو المشى على التقييد والحكم عليهم جميعا انهم اغفلوا المذهب و مشوا على قول زفر فى غاية الاشكال۔

وقد اسمعناك نصوص المنية ١ والجوهرة ٢ والتبيين ٣ ومعراج الدراية ٤ بل والفتح ٥ والعناية ٦ والنهاية ٧ وفى الجوهرة ايضا لو سال الدم الى مالان من الانف والانف مسدودة نقض[1] اھ وفيها ايضا احترز بقوله حكم التطهير عن داخل العين وباطن الجرح وقصبة الانف[2] اھ۔ وفى خزانة المفتين للامام السمعانى رامزا على ما فى نسختى خ للخلاصة اذا دخل اصبعه فى انفه فدميت اصبعه ان نزل الدم من قصبة الانف نقض وان كان من داخل الانف لا[3] اھ۔

ان سے بھی برتر و بزرگ امام برہان الدین محمود صاحبِ ذخیرہ کے خلاف فیصلہ کردیا کہ یہ دونوں حضرات یہاں امام زفر کے قول پر چلے گئے ہیں۔

لیکن مجھے جو کتابیں دستیاب ہیں ان میں میں نے تقیید ہی پر مشی پائی۔ اور سب کے خلاف یہ فیصلہ کرنا کہ یہ حضرات مذہب کو براہِ غفلت چھوڑ کر امام زفر کے قول پر چلے گئے، انتہائی مشکل امر ہے۔

ہم (۱) منیہ (۲) جوہرہ (۳) تبیین (۴) معراج الدرایہ (۵) بلکہ فتح القدیر (۶) عنایہ (۷) اور نہایہ کی عبارتیں پیش کرچکے ہیں، اور جوہرہ میں یہ دو عبارتیں اور ہیں:

(ل) اگر ناک بند ہے اور خون ناک کے نرم حصے تک بہہ آیا تو وضو ٹوٹ گیا۔

(ب) حکمِ تطہیر کہہ کر آنکھ کے اندرونی حصے، زخم کے اندرونی حصے اور ناک کے بانسے سے احتراز کیا ہے اھ۔

(۸) امام سمعانی کی خزانۃ المفتین میں جیسا کہ میرے نسخے میں ہے خلاصہ کے حوالہ کے لئے خ کا رمز دے کر نقل کیا ہے: "ناک میں انگلی ڈالی انگلی خون آلود ہوگئی، اگر خون ناک کے بانسے سے اترا ہے تو ناقض ہے اور اگر ناک کے داخلی حصے سے اترا ہے تو نہیں۔" اھ

www.alahazratnetwork.org

---

[1] الجوہرۃ النیرہ — کتاب الطہارۃ — مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۹

[2] " " " " " " ۱/۹

[3] خزانۃ المفتین " " فصل فی نواقض الوضوء (قلمی) ۱/۴

(۹) وفیہا رمز ن للنوازل الرعاف اذا نزل الی مالان من الانف نقض[1] اھ، وفی (۱۰) جامع الرموز اذا نزل الدم الی الانف فسد مالان منہ حتی لاینزل فانہ لاینقض[2] اھ (۱۱) وقال الامام الاجل محمود فی الذخیرۃ علی ما نقل عنہا فی الحلیۃ وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ ادخل اصبعہ فی انفہ فلما اخرجہ رأی علی انملتہ دما فمسح ثم قام فصلی وتاویلہ عندنا اذا بالغ حتی جاوز مالان من انفہ الی ما صلب وکان الدم فیما صلب من انفہ وکان قلیلا بحیث لوترکہ لاینزل الی موضع اللین فمثلہ لیس بناقض[3] اھ (۱۲) وکذلک صرح بہ الامام الشہید ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی فی الملتقط قال فی (۱۳) الہندیۃ لونزل الدم من الرأس الی موضع یلحقہ حکم التطہیر من الانف والاذنین نقض الوضوء کذا فی المحیط

(۹) اور اسی میں نوازل کے لئے "ن" کا رمز لگا کر نقل کیا ہے: "جب ناک کے نرم حصے تک اتر آئے تو ناقض ہے۔" اھ

(۱۰) اور جامع الرموز میں ہے: "خون ناک کی طرف اترا تو نرم حصے کو کسی چیز سے بند کر دیا تاکہ اس میں نہ اتر آئے تو ایسی صورت میں وضو نہ ٹوٹے گا" اھ۔

(۱۱) امام محمود ذخیرہ میں فرماتے ہیں جیسا کہ حلیہ میں ذخیرہ سے نقل کیا ہے: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ناک میں انگلی ڈال کر نکالی تو پورے پر خون نظر آیا اسے پونچھ دیا پھر اٹھ کر نماز ادا کی — ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انگلی ناک کے اندر داخل کرنے میں مبالغہ کیا یہاں تک کہ نرم حصے سے تجاوز کر کے سخت حصے تک پہنچ گئی، سخت حصے میں خون تھا، اور اتنا قلیل تھا کہ چھوڑ دینے پر نرم حصے تک نہ اُترتا تو ایسی صورت میں وہ خون ناقض نہیں" اھ۔

(۱۲) اسی طرح امام شہید ناصر الدین محمد بن یوسف حسینی نے ملتقط میں اس کی صراحت فرمائی۔

(۱۳) ہندیہ میں ہے: "اگر خون سر سے ناک یا کانوں کی ایسی جگہ تک اُتر آیا جسے پاک کرنے کا حکم ہوتا ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔ ایسا ہی محیط میں ہے"

www.alahazratnetwork.org

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء (قلمی) ۱/۴
[2] جامع الرموز " مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۳۴
[3] الذخیرۃ

والموضع الذی یلحقہ حکم التطھیر من الانف مالان منہ کذا فی الملتقط[1]۔
[14] وقال الامام الاجل فقیہ النفس فی الخانیۃ لونزل الدم من الرأس الی مالان من الانف ولم یظھر علی الارنبۃ نقض الوضوء[2]۔
[15] وقال البرجندی مستشکلا عبارۃ النقایۃ سال الی مایطھر مانصہ یخدشہ انہ اذا خرج الدم من اقصی الانف وسال حتی بلغ مالان منہ ولم یسل علیہ ینبغی علی ھذا ان یکون ناقضا لانہ خرج الی مایطھر وسال ولیس کذلک الا ان یقال المراد من النجس النجس بالفعل ومثل ھذا الدم لیس بنجس بالفعل او یقال المراد انہ سال بعد الخروج الی مایطھر علی ماھو المتبادر من العبارۃ[3] اھ۔
[16] وقال العلامۃ مولی خسرو فی الدرر قولہ الی مایطھر احتراز عما اذا سال الدم الی مافوق المارن الانف بخلاف ما اذا سال الی المارن لان الاستنشاق

اور ناک کی وہ جگہ جسے پاک کرنے کا حکم ہوتا ہے، اس کا نرم حصّہ ہے۔ ایسا ہی ملتقط میں ہے اھ۔

(۱۴) امام جلیل فقیہ النفس خانیہ میں فرماتے ہیں: خون اگر سر سے ناک کے نرم حصّے تک اتر آیا اور بانسے کے اوپر ظاہر نہ ہُوا تو وضو ٹوٹ گیا اھ۔

(۱۵) برجندی نے عبارت نقایہ "سال الی مایطھر ——— ایسی جگہ بہا جس کی تطہیر ہوتی ہے" پر اشکال پیش کرتے ہوئے کہا: یہ اس بات سے مخدوش ہو رہی ہے کہ جب خون ناک کے آخری سرے سے نکلا اور بہہ کر نرم حصّے تک پہنچا اور اس پر نہ بہا تو اس بنیاد پر چاہیے کہ وہ ناقض ہو اس لئے کہ وہ ایسی جگہ کی طرف نکلا اور بہا جس کی تطہیر ہوتی ہے ——— حالاں کہ وہ ناقض نہیں ہے ——— مگر یہ کہا جائے کہ نجس سے مراد نجس بالفعل ہے اور ایسا خون بالفعل نجس نہیں۔ یا یہ کہا جائے کہ وہ نکلنے کے بعد ایسی جگہ کی طرف بہا جس کی تطہیر ہوتی ہے جیسا کہ عبارت سے متبادر ہے اھ۔

(۱۶) علامہ مولیٰ خسرو نے درر الحکام میں فرمایا: عبارت متن "الی مایطھر" میں اس صورت سے احتراز ہے جب خون ناک کے نرمے سے اوپر تک بہہ آئے بخلاف اس صورت کے جب نرمے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] الفتاوی الہندیۃ کتاب الطہارت الفصل الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱
[2] فتاوی قاضی خاں " فصل فیما ینقض الوضوء نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۸
[3] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب الطہارۃ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۱

27 في الجنابة فرض اهـ[1]۔

تک بہہ آئے اس لئے کہ استنشاق جنابت میں فرض ہے"۔ اھ

اقول[102] والعجب[ف] من العلامة الجليل ابي الاخلاص حسن بن عمار الشرنبلالي حيث حاول في غنيته تحويل هذا التصريح الى ما اختاره تبعا للفتح والبحر من ان الحكم يعم الندب حيث قال في مراقيه "السيلان في غير السبيلين بتجاوز النجاسة الى محل يطلب تطهيره ولو ندبا فلا ينقض دم سال داخل العين بخلاف ما صلب من الانف اهـ[2]۔

اقول علامہ جلیل ابو الاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی پر تعجب ہے کہ انھوں نے اپنے حاشیہ غنیۂ ذوی الاحکام میں اس کی تصریح کو فتح اور بحر کی تبعیت میں اپنے اختیار کردہ اس مسلک کی طرف پھیرنے کی کوشش کی ہے کہ حکم، ندب کو بھی شامل ہے کیونکہ انھوں نے مراقی الفلاح میں لکھا ہے: "سبیلین کے علاوہ میں سیلان کا معنٰی یوں ثابت ہوگا کہ نجاست ایسی جگہ تجاوز کر جائے جس کی تطہیر مطلوب ہوتی ہے اگرچہ ندب کے طور پر ہو تو آنکھ کے اندر بہنے والا خون ناقض نہیں بخلاف اس کے جو ناک کے سخت حصے میں بہے اھ۔

فقال رحمه الله تعالى قوله عما اذا سال الدم الى ما فوق مارن الانف يعني اقصاه لا ما قرب من الارنبة فان غسله مسنون فينتقض الوضوء بسيلان الدم فيه اهـ[3]۔

تو وہ عبارت درر کے تحت غنیہ میں یوں لکھتے ہیں: "ان کا قول" اس صورت سے احتراز ہے جب خون ناک کے نرمہ سے اوپر تک بہہ آئے": اس سے مراد آخری سرا ہے وُہ نہیں جو نرم حصے سے قریب ہے کیونکہ اس کا دھونا مسنون ہے تو اس کے اندر خون بہنے سے وضو ٹوٹ جائے گا" اھ۔

ف: تطفل[11] على العلامة الشرنبلالي۔

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الطہارۃ نواقض الوضوء میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۳

[2] مراقی الفلاح " " " دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۸۷

[3] غنیۃ ذوی الاحکام علی ہامش درر الحکام نواقض الوضوء میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۳

www.alahazratnetwork.org

27
27

وانت تعلم ان هذا تبديل لا تاويل وبالجملة عامة الکتب علی ما تری نعم فی الخلاصۃ ان رعف فنزل الدم الی قصبۃ انفہ نقض وضوءہ[1] وفی البزازیۃ نزول الرعاف الی قصبۃ الانف ناقض[2] اھ وظاھرہ کما قدمنا یعم ماصلب لکن البزازیۃ کانھا خلاصۃ الخلاصۃ کما یظھر علی من طالعھما واذا کان فی الخلاصۃ ما نقل عنہ فی خزانۃ المفتین علی ما فی نسختی ظھر مرادھا لکن لم اجدہ فی نسختی الخلاصۃ وقد وجدت نسخھا مختلفات بنقص و زیادۃ قلیلا و تقدیم و تاخیر کثیرا، فاللہ تعالٰی اعلم۔

ناظر پر عیاں ہے کہ یہ تبدیل ہے تاویل نہیں ——— الحاصل عامۂ کتب تقیید پر ہیں جیسا کہ سامنے ہے۔ ہاں خلاصہ میں یہ لکھا ہے: "اگر نکسیر پھوٹی اور خون ناک کے بانسے تک اتر آیا تو وضو ٹوٹ گیا" اھ۔ اور بزازیہ میں ہے: ناک کے بانسے تک نکسیر اترآنا ناقض وضو ہے اھ۔ ان عبارتوں کا ظاہر جیسا کہ ہم نے پہلے بھی کہا سخت حصے کو بھی شامل ہے۔ لیکن بزازیہ، خلاصہ کا گویا خلاصہ ہے جیسا کہ دونوں کا مطالعہ کرنے والے پر ظاہر ہے اور جب خلاصہ میں وہ عبارت ہے جو خزانۃ المفتین میں اس سے نقل ہوئی جیسا کہ خزانہ کے میرے نسخہ میں ہے تو خلاصہ کی مراد ظاہر ہے لیکن یہ عبارت خلاصہ کے میرے نسخے میں نہ ملی۔ اور میں نے اس کے نسخے بہت مختلف پائے ہیں جن میں کہیں کہیں کمی بیشی کا فرق ہوتا ہے اور تقدیم و تاخیر کا فرق تو بہت ملتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ولعلك تقول ما الذی تحصل تلك النقول والام اٰل الامر فی اختلاف البحر والنھر وھل ثمہ مایکشف الغمۃ اقول[۱۰۳] کان باب التوفیق مفتوحا کما اشرنا الٰی بعضہ لولا ان مع البحر روایۃ الاتفاقی

شاید آپ کہیں ان نقول کا حاصل اور بحر و نہر کے اختلاف میں انجام کار کیا ہوا؟ کیا یہاں کوئی ایسی صورت بھی ہے جس سے یہ مشکل حل ہو؟ **اقول** تطبیق کا دروازہ تو کھلا ہوا تھا ——— جیسا کہ ہم نے کچھ تطبیق کا اشارہ بھی کیا ——— اگر بحر کی ہمنوائی میں اتقانی کی روایت

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارۃ الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۵

[2] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الطہارۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۲

مع تبعية العناية وجزم الحلية
وهو مفسر لا يقبل التاويل و
يقرب منه نص الفتح بتعميم الندب
ومع النهر ما اسلفنا من كثرة النصوص
في كلتا المسألتين القصر
على الوجوب والتقييد بالمارن
وفيها سبعة نصوص مفسرات أبيات
عن التاويل كلام الذخيرة والملتقط
والخزانة عن الخلاصة و ثالث عبارات
الجوهرة والبرجندي وجامع الرموز و
الدرر فلا امكان للتطبيق والحمل على
اختلاف الرواية اليسر من نسبة احد
الفريقين الى الخطاء والغلط والغفلة
والشطط فالذي تحرر عندي ان
ههنا عن ائمتنا الثلثة رضي الله تعالى
عنهم روايتين، رواية النقض بالسيلان
في ما صلب وان لم يصل الى مالان
وهي التي عرفناها باعتماد اتقان الاتقاني و
عليها يجب تعميم الحكم الندب وهو
الذي اختاره في الفتح والحلية
والبحر والمراقي وتبعهم الطحطاوي
ورد المحتار، والاخرى عدم
النقض الا بالسيلان فيما لان
وهي الرواية الشهيرة الشائعة
في الكتب الكثيرة وعليها يقتصر

www.alahazratnetwork.org

نہ ہوتی جب کہ عنایہ نے بھی اس کی پیروی کی ہے اور
حلیہ نے اس پر جزم بھی کیا ہے —— یہ ایسی مفسّر
ہے جس میں تاویل نہیں ہو سکتی —— اس سے قریب
ندب کو شامل کرنے میں فتح کی تصریح ہے —— اور
نہر کی موافقت میں وجوب پر اکتفا اور نرمہ کی تقیید
دونوں ہی مسئلوں میں نصوص کی وہ کثرت ہے جو
ہم پیش کر چکے —— ان میں سات نصوص مفسّر
ناقابلِ تاویل ہیں عباراتِ ذخیرہ، ملتقط، خزانۃ
المفتین عن الخلاصہ، جوہرہ کی تیسری عبارت، برجندی،
جامع الرموز، درر کی عبارتیں —— تو تطبیق کا کوئی
امکان نہیں —— اب ایک فریق کی جانب غلطی و
خطا اور زیادتی و غفلت کی نسبت کرنے سے آسان
یہ ہے کہ اختلافِ روایت مان لیا جائے تو میرے
نزدیک واضح بات یہ ہے کہ یہاں ہمارے تینوں
ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے دو روایتیں ہیں ——
ایک روایت یہ کہ سخت حصے کے اندر پہنچنے سے وضو
ٹوٹ جائیگا اگرچہ نرم حصے تک نہ پہنچے —— یہ وہ
روایت ہے جو اتقانی کے اتقان اور پختہ کاری پر
اعتماد سے ہمیں دریافت ہوئی، اس کی بنیاد پر
حکم میں ندب کو بھی شامل کرنا ضروری ہے۔ اسی کو
فتح القدیر، حلیہ، البحر الرائق اور مراقی الفلاح
میں اختیار کیا اور ان ہی کا طحطاوی اور رد المحتار
نے اتباع کیا —— دوسری روایت یہ کہ جب تک
نرم حصے میں نہ بہے وضو نہ ٹوٹے گا —— یہی روایت
کثیر کتابوں میں عام اور مشہور ہے۔ اس کی بنیاد

الحکم علی الوجوب ولا یبقی داع اصلا الی تعمیم الندب وھو الذی مشی علیہ الاکثرون فاذن الثانی اکثر واشھر واظھر وایسر غیران مراعاۃ الاول احوط کما قال السید الطحطاوی فی حاشیۃ الدر بعد نقل کلامی البحر والنھر" اقول مافی البحر احوط فتأمل[1] اھ وصورۃ السیلان فیما اشتد مع عدم النزول الی المارن نادرۃ لا علینا ان نعمل فیھا بالاحوط فلذا اجنحت الیہ جنوحا ما تبعا لھٰؤلاء المحققین الجلۃ الکرام۔

اقول وباللہ التوفیق والثانی وان ظھر وجھہ فان الخروج الی ظاھر البدن شرط بالاتفاق قال صدر الشریعۃ المعتبر الخروج الی ماھو ظاھر البدن شرعا[2] اھ وما صلب من الانف داخل فی الداخل خارج عن الخارج بالاتفاق ولذا لم یجب تطھیرہ فی الغسل ایضا فللاول ایضا لہ وجہ وذلک انا لما رأینا الشرع ندب الی غسلہ فی الغسل والوضوء

پر حکم، وجوب تک محدود رہے گا اور ندب کو شامل کرنے کا بالکل کوئی داعی نہ رہ جائے گا۔ اسی پر اکثر حضرات چلے ہیں۔ ایسی صورت میں ثانی اکثر، اشہر، اظہر اور ایسر ہے مگر یہ کہ اول کی رعایت احوط ہے جیسا کہ سید طحطاوی نے حاشیۂ درمختار میں بحر ونہر کی عبارتیں نقل کرنے کے بعد لکھا: میں کہتا ہوں جو بحر میں ہے وہ احوط ہے، تو تأمل کرو اھ — اور نرمے تک خون آئے بغیر صرف سخت حصے میں بہے یہ صورت بہت کم پیش آنیوالی ہے۔ اس میں احوط پر عمل کرلینا کچھ ضرری نہیں۔ اسی لئے ان بزرگ محققین کی پیروی میں اس کی جانب میرا کچھ میلان ہوا۔

اقول ثانی کی وجہ تو ظاہر ہے—کیونکہ ظاہر بدن کی طرف نکلنا بالاتفاق شرط ہے— صدر الشریعۃ فرماتے ہیں: معتبر اس حصۂ بدن کی طرف نکلنا ہے جو شرع میں ظاہر قرار دیا گیا ہے اھ — اور ناک کا سخت حصہ بالاتفاق داخل بدن میں داخل اور خارجِ بدن سے خارج ہے اسی لئے غسل میں بھی اسے پاک کرنا واجب نہیں — مگر اول کی بھی ایک وجہ ہے، وہ یہ کہ جب ہم نے دیکھا کہ شریعت نے غسل اور وضو میں اس کا دھونا مندوب رکھا ہے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الطھارۃ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/۷۷

[2] شرح الوقایۃ کتاب الطھارۃ کون المسائل الی مایطھر ناقضا مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۱۷

علمنا ان له وجها الی الظاهر و الا لم یندب غسله کسائر الداخلات فاذا وجد السیلان فیه اوجبنا الوضوء للاحتیاط نظرا الی ذلك الوجه هذا ما ظهر لی ۔ و الله تعالٰی اعلم۔

اور اس کی دعوت و ترغیب دی ہے تو اس سے ہمیں علم ہُوا کہ اس کا ایک رُخ ظاہر کی جانب بھی ہے ورنہ اس کا دھونا مندوب نہ ہوتا، جیسے دیگر داخلی حصّوں کا حال ہے۔ تو جب اس سخت حصّے میں سیلان پایا جائے تو اسی پر نظر کرتے ہوئے احتیاطاً ہم نے وضو واجب کہا۔ یہ مجھ پر ظاہر ہوا۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔

و بالجملة انا العبد الضعیف اجدنی امیل الی القول الثانی من حیث الدرایة وشهرة الروایة معا لکن لاجل الاحتیاط و تلك الروایة الهائلة القائلة ان الوجوب ثمه باتفاق ائمتنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم احببت میلا ما الی الاول و علی توفیق الله المعول۔

الحاصل میں بندۂ ضعیف اپنے کو درایت اور شہرتِ روایت دونوں کی وجہ سے قولِ ثانی کی طرف مائل پاتا ہوں لیکن احتیاط کی وجہ سے اور اس عظیم روایت کی وجہ سے، جس میں یہ ہے کہ یہاں وجوب پر ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اتفاق ہے۔ میں نے اول کی طرف کچھ مائل ہونا پسند کیا۔ اور خدا ہی کی توفیق پر بھروسہ ہے۔

ثم اقول[ف۱] ظهر لی الأن بتوفیق المنان علی تعمیم الحکم للندب نقضان **احدهما** تظافر نصوص المذهب [ف۲] ان نزول شیئ الی الفرج الداخل لاینقض طهرا قط ما لم یجاوزه الی الفرج الخارج مع

ثم اقول ندب کے حکم کو عام کرنے پر خدا کی توفیق سے مجھ پر ابھی دو نقض منکشف ہوئے:

نقضِ اوّل: فرجِ داخل میں خون حیض وغیرہ کوئی نجاست اُتر آئے تو ناقضِ طہارت نہیں جب تک اس سے بڑھ کر فرج خارج تک نہ آجائے حالانکہ فرج داخل کو بطور ندب تطہیر کا حکم ہوتا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

ف۱: تطفل علی الفتح والحلیة والبحر والمراقی وط وش۔

ف۲: مسئلہ فرج داخل میں خون حیض وغیرہ کوئی نجاست اُتر آئے جب تک اس کے منہ سے متجاوز کرکے فرج خارج میں نہ آئے گی غسل یا وضو کچھ واجب نہ ہوگا۔

ان الفرج الداخل قد لحقه حکم التطهیر ندبا وذلك حدیث ام المومنین الصدیقة رضی الله تعالٰی عنها فی الصحیحین وغیرهما ان امرأة من الانصار سألت النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم عن غسلها من المحیض فامرها صلی الله تعالٰی علیه وسلم کیف تغتسل، ثم قال خذی فرصة من مَسْك فتطهری بها (وهو بفتح المیم ای من ادیم ورجحوه علی روایة الکسر وفی روایات فرصة ممسکة ای خرقة خلقة قد امسکت کثیرا قال الامام التورپشتی "هذا القول امتن واحسن واشبه بصورة الحال ولو کان المعنی علی انها مطیبة لقال فتطیبی ولانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم امرها بذلك لازالة الدم عند التطهیر ولو کان لازالة الرائحة لامر بها بعد ازالة الدم

اس بارے میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث صحیحین اور دوسری کتابوں میں آئی ہے کہ انصار کی ایک عورت نے اپنے غسل حیض سے متعلق نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال کیا تو اسے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ کس طرح غسل کرے۔ پھر فرمایا: خذی فرصة من مَسْك فتطهری بها (مَسْک میم کے زبر کے ساتھ، یعنی صاف کیا ہوا چمڑا، حضرات علماء نے زبر والی روایت پر اسے ترجیح دی ہے۔ اور کچھ روایات میں فرصة ممسكة ہے یعنی کوئی پرانا ٹکڑا جو زیادہ دنوں تک روکا گیا ہو۔ امام تورپشتی نے فرمایا: یہ قول زیادہ مضبوط، بہتر، اور صورت حال سے زیادہ مناسب ہے۔ اگر یہ معنی ہو کہ وہ ٹکڑا خوشبو آلود ہو تو فرماتے فتطیبی اس کے ذریعہ خوشبو مل لو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں یہ حکم پاک کرنے کے وقت خون دور کرنے کے لئے دیا۔ اگر یہ حکم بُو دُور کرنے کے لئے ہوتا تو خون صاف

www.alahazratnetwork.org

ف: **مسئلہ** زنِ حائضہ کو مستحب ہے کہ بعد فراغ حیض جب غسل کرے ایک پُرانے کپڑے سے فرج داخل کے اندر سے خون کا اثر صاف کرلے۔

ا؎ صحیح البخاری کتاب الحیض باب دلك المرأة نفسها الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵
صحیح مسلم باب استحباب استعمال المغتسلة من الحیض الخ " " " ۱/۱۵۰
مشکوٰة المصابیح باب الغسل الفصل الاول " " " ص ۴۸

وتمامہ فی المرقاۃ[1] لمولٰنا علی القاری (قالت کیف اتطہر بہا، فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تطہری بہا، قالت کیف اتطہر بہا، فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سبحٰن اللہ تطہری بہا، قالت ام المؤمنین فاجتذبتہا الیّ فقلت تتبعی بہا اثر الدم[2] اھ ای اجعلیہا فی الفرج[3] وحیث اصابہ الدم للتنظیف فقد امر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المرأۃ تغتسل من محیضہا ان تطہر داخل فرجہا وتزیل عنہ الدم بفرصۃ ومعلوم ان حکم التطہیر یعم التطہیر من النجاسۃ الحقیقیۃ کالحکمیۃ وقد مر التنصیص بہ فی قول الفتح" فیما لان من الانف

کرلینے کے بعد اسے کرنے کا حکم دیتے۔ پوری بات مولانا علی قاری کی مرقاۃ میں ہے) چمڑے کا کوئی ٹکڑا لے کر اس سے پاکی حاصل کرو۔ عرض کیا: کیسے پاکی حاصل کروں؟ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے پاکی حاصل کرو۔ پھر عرض کیا: کیسے پاکی حاصل کروں؟ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! اس سے پاکی حاصل کرو۔ اُمّ المومنین فرماتی ہیں: میں نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچا اور کہا اس کے ذریعہ خون کے نشان تلاش کرو اھ یعنی اندرونِ فرج اور دوسری جگہ جہاں خون لگ گیا ہو اس سے صاف کرو ـــ تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حیض سے غسل کرنے والی عورت کو یہ حکم دیا کہ داخل فرج کو پاک کرے اور کسی ٹکڑے کے ذریعہ اس سے خون دُور کرے ـــ اور معلوم ہے کہ تطہیر کا حکم، نجاستِ حکمیہ کی طرح نجاستِ حقیقیہ سے تطہیر کو بھی شامل ہے ـــ اس سے متعلق فتح کی صراحت بھی گزر چکی اس میں ناک کے نرم سے

۱؎ مرقاۃ المفاتیح بحوالہ التورپشتی تحت حدیث ۴۳۷ المکتبۃ الحنفیۃ کوئٹہ ۲/ ۱۴۰
کتاب المیسر شرح مصابیح السنۃ " " ۲۸۱ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۱/ ۱۵۲
۲؎ صحیح البخاری کتاب الحیض باب دلک المرأۃ نفسہا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵
صحیح مسلم " " باب استحباب استعمال للغسلۃ من الحیض " " ۱/ ۵۰
مشکوٰۃ المصابیح باب الغسل قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۴۸
۳؎ مرقاۃ المفاتیح باب الغسل تحت الحدیث ۴۳۷ المکتبۃ الحبیبیۃ کوئٹہ ۲/ ۱۴۲

www.alahazratnetwork.org

انه یجب غسله فی الجنابة ومن النجاسة فینتقض[1] اھ وفی الغنیة او فی ازالة النجاسة الحقیقیة[2] اھ وفی البحر مرادھم ان یتجاوز الی موضع تجب طہارته او تندب من بدن وثوب ومکان[3] اھ ولاشك ان مسح الدم من باطن الفرج بخرقة لیس الا لازالة النجاسة الحقیقیة ولذا عبر صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عنه بالتطھیر فحکم التطھیر لایختص بالماء، علا انا علمنا ان نظر الشارع ھھنا الی ازالة اثر الدم من الباطن فلاشك ان الماء ابلغ فیه لاسیما بعد المسح بالخرقة کما عرف فی الاستنجاء بالماء بعد المسح بالحجر ولذا اتت الروایة عن محرر المذھب محمد رحمه اللہ تعالٰی فی اغتسال المرأة انها ان لم تدخل اصبعها

متعلق ہے کہ اسے جنابت میں اور نجاست سے دھونا واجب ہے تو اس میں خون اتر آنا ناقضِ وضو ہے اھ۔ غنیہ میں ہے: یا نجاست حقیقیہ کے ازالہ میں (حکمِ تطہیر ہو) اھ۔ البحرالرائق میں ہے کہ ایسی جگہ تجاوز کرجائے جس کی پاکی واجب یا مندوب ہے وہ جگہ بدن کی ہو یا کپڑے کی یا خارجی جگہ اھ ___ اور اس میں شک نہیں کہ باطن فرج سے کسی ٹکڑے سے خون پونچھنا نجاست حقیقیہ دور کرنے ہی کے لئے ہے، اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تطہیر سے تعبیر فرمائی تو حکم تطہیر پانی ہی سے خاص نہیں ___ علاوہ اس کے کہ جب ہمیں معلوم ہے کہ نظر شارع یہاں اندر سے خون کا اثر دور کرنے پر ہے تو پانی یقیناً اس میں زیادہ کارگر ہوگا خصوصاً پارچہ سے پونچھنے کے بعد، جیسا کہ پتھر سے پونچھنے کے بعد پانی سے استنجا کے بارے میں معلوم ہے۔ اسی لئے محرر مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے عورت کے غسل کے بارے میں روایت آئی کہ اگر وہ فرج میں انگلی نہ لے جائے تو تنظیف نہ ہوگی۔

www.alahazratnetwork.org

ف: غسل میں عورت کو مستحب ہے کہ فرج داخل کے اندر انگلی ڈال کر دھولے ہاں واجب نہیں بغیر اس کے بھی غسل اتر جائے گا۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۱/۳۴

[2] غنیۃ المستملی " فصل فی نواقض الوضوء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۱

[3] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۱

فی فرجها فلیس بتنظیف کما فی رد المحتار[1] عن التاتارخانیۃ، و فهم منه الامر بالوجوب فجعل المختار خلافه قال الشامی وھو بعید[2] اھ **قلت**[105] فانه ان اراد الوجوب قال لیس بطهارۃ ولم یقله وانما قال لیس بتنظیف وما فی الدر وغیرہ[3] لا تدخل اصبعها فی قبلها به یفتی[4] فمرادہ نفی الوجوب کما فی رد المحتار عن السید الحلبی عن العلامۃ الشرنبلالی لاجرم ان قال فی الفتح تغسل فرجها الخارج لانه کالفم ولا یجب ادخالها الاصبع فی قبلها و به یفتی[5] اھ ونفی الوجوب لا ینفی الندب۔

والاٰخر وھو الاقوی و الاظھر

جیسا کہ ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے نقل ہے۔ اور صاحبِ تاتارخانیہ نے اس سے وجوب سمجھا اور مختار اس کے خلاف کو بتایا۔ علامہ شامی نے کہا: وجوب کا معنی بعید ہے اھ **قلت** اس لئے کہ اگر وجوب مراد ہوتا تو یہ کہتے کہ طہارت نہ ہوگی۔ یہ انھوں نے نہ کہا بلکہ صرف یہ کہا کہ تنظیف نہ ہوگی۔ اور دُرِّمختار وغیرہ میں جو لکھا ہے کہ: اپنی شرمگاہ میں انگلی نہ لے جائے گی، اسی پر فتوٰی ہے ____ اس کا مقصود وجوب کی نفی ہے، یعنی اس پر واجب نہیں ہے جیسا کہ ردالمحتار میں سید حلبی سے نقل ہے وہ علامہ شرنبلالی سے ناقل ہیں اسی لئے فتح میں ہے: عورت اپنی فرج خارج کو دھوئے اس لئے کہ اس کا حکم منہ کی طرح ہے اور اس کا شرمگاہ میں انگلی داخل کرنا واجب نہیں، اور اسی پر فتوٰی ہے اھ ____ اور وجوب کی نفی سے مندوبیت کی نفی نہیں ہوتی۔

نقضِ دیگر ____ یہ زیادہ قوی اور زیادہ ظاہر ہے۔

ف: تطفل[105] اٰخر علی العلماء الستۃ۔

---

[1] ردالمحتار	کتاب الطھارۃ		دار احیاء التراث العربی بیروت	۱/۱۰۳
[2]	〃		〃	〃
[3] الدرالمختار	〃		مطبع مجتبائی دہلی	۱/۲۸
[4] ردالمحتار	〃		دار احیاء التراث العربی بیروت	۱/۱۰۳
[5] فتح القدیر	〃	فصل فی الغسل	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۱/۵۰

www.alahazratnetwork.org

اقول ف۱ اجمعنا ان خروج شیئ الی الشرج لاینقض طھرا مالم یبرز وقد لحقہ حکم التطھیر ندبا فان ف۲ السنۃ للمستنجی ان یجلس افرج مایکون ویرخی کی یطھر فیطھر مایبقی کامنا لولا الانفراج و الارخاء۔

اقول اس پر ہمارا اجماع ہے کہ مخرج کی اندرونی سطح تک نجاست کا آجانا ناقضِ طہارت نہیں جب تک کنارے پر ظاہر نہ ہو۔ حالاں کہ ندبًا اسے حکمِ تطہیر لاحق ہے۔ اس لئے کہ پاخانے سے استنجا کرنے والے کے لئے سنّت یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے پاؤں کُشادہ کرکے اور ڈھیلا ہوکر بیٹھے اور ڈھیلاپن نہ ہونے کی صورت میں جو کچھ چھپا رہتا سب ظاہر ہوکر پاک ہوجائے۔

قال فی الحلیۃ اذا کان الاستنجاء بالماء من الغائط فلیجلس کأفرج مایکون مرخیا نفسہ کل الارخاء لیظھر ماینداخلہ من النجاسۃ فیزیلہ وان کان ف۳ صائما ترک تکلف الارخاء[1] وقد بین المقدمتین معا فی الدر المختار باوجز لفظ حیث قال فی اٰخر فصل الاستنجاء

حلیہ میں ہے "جب پاخانہ سے استنجاء پانی کے ذریعہ کرنا ہو تو جہاں تک ہوسکے کشادہ ہوکر اپنے کو پُورے طور سے ڈھیلا کرکے بیٹھے تاکہ اندر رہ جانے والی نجاست ظاہر ہوجائے اور اسے زائل کردے۔ اگر روزہ دار ہو تو ڈھیلا ہونے کا تکلف ترک کردے اھ" ان دونوں باتوں کو درمختار میں مختصر ترین لفظوں میں بیان کیا ہے اس طرح کہ فصل استنجاء کے آخر میں کہا: "باوضو

ف۱: **مسئلہ** نجاست اگر مخرج کی اندرونی سطح تک آجائے وضو نہ جائے گا جب تک کنارے پر ظاہر نہ ہو۔

ف۲: **مسئلہ** بڑے استنجے میں سنّت یہ ہے کہ خوب پاؤں پھیلا کر بیٹھے اور سانس سے نیچے کو زور دے کہ جتنا حصہ مخرج کا ظاہر ہوسکے ظاہر ہو کر سب نجاست دُھل جائے۔

ف۳: **مسئلہ** یہ مسنون طریقہ کہ بڑے استنجے میں مذکور ہوا روزہ دار کے لئے نہیں وہ ایسا نہ کرے۔

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

www.alahazratnetwork.org

استنجی المتوضئ[ف] ان علی وجه السنة بان ارخی انتقض والا لا[1] اھ۔
فافاد بالجملة الاولٰی ان غسل داخل الدبر سنة و بالاخیرة ان النزول الیه غیر ناقض مالم یبرز ولا اعلم فی ھاتین خلافا لاحد من علمائنا فاستقر بحمد اللّٰه تعالٰی عرش التحقیق علی ماکان علیه الاکثرون کما ھو القاعدة المقررة ان الصواب مع الاکثر وقد تبین لک مما تقرر **فوائد**:

(۱) مرادھم بحکم التطھیر ھو الوجوب وکلامھم مناف لزیادة الندب کما افاد فی النھر لا لما قال بل لما افاض علیّ المھیمن المتعال۔

(۲) لایشترط فی النقض بما من غیر السبیلین الا الخروج بالسیلان علی ظاھر البدن ولو بالقوة فلا یستثنی من

نے استنجا کیا اگر بطور سنت ہو اس طرح کہ ڈھیلا رہے، تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں اھ۔
پہلے جملے سے یہ افادہ کیا کہ مقام کے اندرونی کنارے کو دھولینا سنت ہے اور بعد والے جملے سے یہ بتادیا کہ وہاں نجاست اُتر آنے سے وضو نہ ٹوٹے گا جب تک کنارے پر ظاہر نہ ہو ۔ میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں ہمارے علماء میں سے کسی کا کوئی اختلاف ہے ۔ تو بحمدہٖ تعالٰی عرشِ تحقیق اُسی پر مستقر ہوا جس پر اکثر ہیں، جیسا کہ مقرر قاعدہ ہے کہ درستی وصواب اکثر کے ساتھ ہے۔
تقریر ماسبق سے چند **فوائد** روشن ہوئے:

(۱) حکم تطہیر سے ان حضرات کی مراد وجوب ہے اور ان کا کلام اضافۂ ندب کے منافی ہے جیسا کہ نہر میں افادہ کیا اس کی وجہ وہ نہیں جو نہر میں بیان ہوئی بلکہ وہ جس کا میرے اوپر رب نگہبان و برتر نے فیضان کیا۔

(۲) غیر سبیلین سے نکلنے والی نجاست سے وضو ٹوٹنے میں صرف خروج کی شرط ہے اس طرح کہ ظاہر بدن پر اس کا سیلان ہو اگرچہ بالقوہ ہو ۔ تو بدن کے ظاہر حتی

www.alahazratnetwork.org

ف: مسئلہ بڑا استنجا ڈھیلوں سے کرکے وضو کرلیا اب یاد آیا کہ پانی سے نہ کیا تھا اگر پانی سے استنجا اُس مسنون طریقہ پر پاؤں پھیلا کر سانس کا زور نیچے کو دے کر کرے گا وضو جاتا رہے گا اور ویسے ہی کرے گا تو ہمارے نزدیک نہ جائے گا۔

[1] الدرالمختار کتاب الطہارۃ فصل الاستنجاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۷

الظاھر حسا الا داخل العین لانہ[عـہ] | سے صرف اندرونِ چشم کا استثنا ہوگا، کیوں کہ

عـہ والیہ یشیر کلام الفاضل یوسف چلپی تلمیذ العلامۃ مولٰی خسرو فی ذخیرۃ العقبٰی حیث قال "الخروج الی ما یطھر ھو الانتقال من الباطن الی ما یجب تطھیرہ وان یصل الیہ ولم یتلوث ھو بہ، والمقصود من اعتبار قید الی ما یطھر الاحتراز عن الخروج الی ما یعد من ظاھر البدن حسا ولا یعد منہ شرعا لحکمۃ شرعیۃ کداخل العین فانہ لا یجب تطھیرہ فالذی یخرج من بدن الانسان الی باطن العلقۃ والقراد خارج الی ما یجب تطھیرہ لا بمعنی انہ لم یبق فی باطنہ الحقیقی الذی ھو تحت الجلدۃ و باطنہ الشرعی الذی ھو داخل العین[۱]" اھ فالکاف فی قولہ اولا کداخل العین کاف الاستقصاء بدلیل اٰخر کلامہ وفیہ من الفوائد ان المراد بالحکم الوجوب ۱۲ منہ۔

اسی کی طرف علامہ مولی خسرو کے تلمیذ فاضل یوسف چلپی کی عبارت ذخیرۃ العقبٰی سے بھی اشارہ ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں: "خروج الی ما یطھر" یہ ہے کہ اندر سے ایسی جگہ کی طرف منتقل ہو جس کی تطہیر واجب ہے اگرچہ اس جگہ تک نہ پہنچے اور وہ اس سے آلودہ نہ ہو ۔۔۔ "الی ما یطھر" کی قید کے ذریعہ اس جگہ کی طرف خروج سے احتراز مقصود ہے جو حسًّا ظاہر بدن سے شمار ہو اور کسی شرعی حکمت کی وجہ سے ظاہر بدن سے نہ شمار ہو جیسے آنکھ کا اندرونی حصہ، کیوں کہ اس کی تطہیر واجب نہیں۔ تو بدن انسان سے نکل کر جونک اور کلّی کے پیٹ تک منتقل ہونے والا خون ایسی چیز کی طرف نکلنے والا ہے جس کی تطہیر واجب ہے، نہ اس معنی کے لحاظ سے کہ وہ اپنے حقیقی باطن میں نہ رہا جو زیر جلد ہے اور نہ شرعی باطن میں رہا جو داخلِ چشم ہے اھ ۔۔ تو کاف ان کے پہلے لفظ کداخل العین میں کاف استقصا ہے جس پر دلیل ان کا آخر کلام ہے۔ اس کلام سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ حکم سے مراد وجوب ہے ۱۲ منہ (ت)

[۱] ذخیرۃ العقبٰی کتاب الطہارۃ نولکشور کانپور انڈیا ۱/۲۲

ليس من الظاهر شرعا اصلا ودخل
المارن وخرجت القصبة وسيأتيك
بعض مايتعلق بهذه الفائدة في
التنبيه الخامس ان شاء الله تعالى
وبقيد القوة دخل ما اذا افتصد
فطار الدم ولم يتلوث رأس
الجرح وما اذا ترّب او اخذ بخرق
او مص[ف۱] علق او قراد كبير من دمه
مالوخرج لسال ولم يبق[ف۲] حاجة
الى زيادة المكان فيما يطهر كما فعل
في الغنية والبحر لادخال صورة
الفصد فورد عليه ما لوسال الى
نهر او وقع على عذرة او جلد
خنزير الى غير ذلك، و سقطت[ف۳]
المنازعات التي كانت مستمرة
من زمن الامام
صدر الشريعة الى
عهد السيد الشامي في
قولهم سال الى مايطهر، و

یہ ظاہر شرعی تو بالکل ہی نہیں —— اور ناک کا
نرم حصہ ظاہر بدن میں داخل رہا اور سخت حصہ
خارج ٹھہرا، اس فائدہ سے متعلق کچھ باتیں ان شاء اللہ
تعالٰی تنبیہ پنجم میں آئیں گی —— اور بالقوہ
کی قید لگانے سے وہ صورت داخل ہو گئی کہ
جب فصد لگائی تو خون اُڑا اور سرِ زخم آلودہ نہ ہوا
اور وہ صورت کہ خون پر مٹی ڈال دی یا کسی کپڑے
میں جذب کر لیا یا کسی جونک یا بڑی کلی نے اس
کا اتنا خون چوس لیا کہ اگر خود نکلتا تو بہتا ——
اور مایطہر کے تحت بیرونی جگہ کا اضافہ کرنے
کی کوئی ضرورت نہ رہی جیسا کہ غنیہ اور بحر میں
صورتِ فصد کو داخل کرنے کے لئے اضافہ
کیا تھا تو اس پر ان صورتوں سے اعتراض ہوا
جن میں خون جا کر کسی دریا میں بہا یا پاخانے پر
یا خنزیر کی جلد پر گرا یا اور ایسی کسی چیز پر پڑا۔
اور وہ سارے نزاعات ساقط ہو گئے جو
امام صدر الشریعہ کے زمانے سے علامہ شامی
کے زمانے تک لفظ "سال الی مایطہر" کے
تحت چلے آرہے تھے —— اور

www.alahazratnetwork.org

ف۱: **مسئلہ** جونک یا بڑی کلی بدن کو لپٹی، اگر اتنا خون چوس لیا کہ خود نکلتا تو بہہ جاتا تو وضو جاتا رہے گا، اور تھوڑا چوسا یا چھوٹی کلی تھی تو وضو نہ جائے گا، یوں ہی کھٹمل یا مچھر کے کاٹے سے وضو نہیں جاتا۔

ف۲: **تطفل** علی الغنیۃ والبحر۔

ف۳: فصل منازعۃ طالت منذ مئین سنۃ۔

ف۱ صارت العبارة الحسنة الصافیة الوافیة بحمد الله تعالٰی ما اقول ناقضه من غیر السبیلین کل نجس خرج منه وفیه قوة سیلانه علی ما هو ظاهر البدن شرعا.

(۳) لیس ف۲ فی النزول الی ما صلب النقض روایة واحدة کما اوهم الاتقانی وتبعه من تبعه ولا عدم ف۳ النقض روایة واحدة کما زعم النهر بل هما روایتان والثانی اشهر واظهر۔

(۴) لم تمش ف۴ ۱۰۹ المنیة ولا الذخیرة علی قول زفر کما زعم المحقق فی الحلیة بل مشیا علی الروایة الشهیرة۔

(۵) لا داعی لحمل الوجوب علی الثبوت کما ارتکب البحر بل هو المراد علی اشهر الروایات۔

(۶) لا معنی لحمل القصبة فی کلام المعراج علی ما صلب کما فهم فی

عمدہ، بے غبار، مکمل عبارت بحمدہ تعالٰی یہ ہوئی جو **میں کہتا ہوں:** "ناقض طہارت غیر سبیلین سے ہو وہ نجس ہے جو اس سے نکلے اور اسکے اندر اس پر بہنے کی قوت ہو جو شرعاً ظاہر بدن ہے۔

(۳) ناک کے سخت حصے کی طرف خون اتر آنے میں صرف یہی ایک روایت نہیں کہ وضو ٹوٹ جائے گا جیسا کہ علامہ اتقانی نے اپنے کلام سے یہ وہم پیدا کیا اور ان کی اتباع کرنے والوں نے ان کا اتباع کیا — اور نہ یہی ایک روایت ہے کہ وضو نہ ٹوٹے گا جیسا کہ صاحب نہر کا خیال ہے۔ بلکہ یہ دونوں روایتیں ہیں اور ثانی زیادہ مشہور اور ظاہر ہے۔

(۴) منیہ اور ذخیرہ امام زفر کے قول پر گامزن نہیں جیسا کہ محقق حلبی کا حلیہ میں خیال ہے بلکہ دونوں روایت مشہورہ پر چلے ہیں۔

(۵) وجوب کو ثبوت پر محمول کرنے کا کوئی داعی نہیں جیسا کہ بحر نے اس تاویل کا ارتکاب کیا بلکہ اشہر روایات کے مطابق وجوب ہی مراد ہے۔

(۶) کلام معراج میں "بانسے" کو سخت حصے پر محمول کرنے کا کوئی معنی نہیں — جیسا کہ بحر میں

www.alahazratnetwork.org

ف۱: افادة المصنف عبارة حسنة فی بیان الناقض من غیر السبیلین۔

ف۲: تطفل علی الاتقانی ومن تبعه۔

ف۳: تطفل علی النهر الفائق۔

ف۴: تطفل علی الحلیة۔

البحر وجزم بہ فی منحۃ الخالق و رد المحتار بل مرادہ مالان کما افاد فی النہر۔

سمجھا، اور منحۃ الخالق و ردالمحتار میں اس پر جزم کیا بلکہ اس سے مراد نرم حصہ ہے جیسا کہ نہر میں افادہ کیا۔

(۷) وقع الخلط بین القولین و المشی علی روایتین مختلفتین فی العنایۃ وشیئ منہ فی الفتح اما النہایۃ فاجبنا عنہا جوابا نفیسا۔

(۷) عنایہ میں دونوں قولوں کے درمیان تخلیط اور دونوں روایتوں پر مشی واقع ہوئی اور اس میں سے کچھ فتح القدیر میں بھی ہے۔ لیکن نہایہ سے متعلق ہم ایک نفیس جواب دے چکے ہیں۔

(۸) لاوجہ لحمل کلام الحدادی علی ما قال فی البحر بل ہو ماش علی الروایۃ الشہیرۃ کما افصح عنہ فی الجوہرۃ النیرۃ۔

(۸) حدادی کے کلام کو اس پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں جو بحر میں کہا، بلکہ وہ روایت مشہورہ پر جاری ہے جیسا کہ جوہرہ نیرہ میں اسے صاف طور پر کہا۔

(۹) نفی النقض ف۱ فیما صلب لیس بمحض المفہوم کما فہم البحر بل علیہ صرائح نصوص لامرد لہا۔

(۹) سخت حصے میں خون اترنے کی صورت میں وضو ٹوٹنے کی نفی محض مفہوم سے ثابت نہیں جیسا کہ بحر نے سمجھا، بلکہ اس پر صریح ناقابل تردید نصوص موجود ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

(۱۰) لایجب حمل کلام الہدایۃ علی ما ذکر الاتقانی والعنایۃ بل لہ محمل صحیح علی الروایۃ الشہیرۃ ایضا من دون لزوم العبث والتکرار ذلک من فضل اللہ علینا والحمد للہ العزیز الغفار۔

(۱۰) ہدایہ کی عبارت کو اتقانی اور عنایہ کے ذکر کردہ معنی پر محمول کرنا لازم نہیں بلکہ روایت مشہورہ پر بھی اس کا ایک صحیح مطلب ہے جس میں نہ عبث لازم آتا ہے نہ تکرار ہوتی ہے۔ یہ ہم پر خدا کا فضل ہے اور خدائے عزیز و غفار کا شکر ہے۔

الخامس ف۲ سبق الی خاطر بعض

تنبیہ پنجم — بعض متاخر شارحین و

ف۱: تطفل ۲ علی البحر

ف۲: تحقیق شریف فی المراد بما یلحقہ حکم التطہیر۔

المتأخرین من الشراح والمحشین ان المراد بما یلحقه حکم التطهیر ما یؤمر المکلف بایقاع تطهیره بالفعل **قلت** ای علی فرض وقوع حدث او اصابة خبث اذ لولاه لما نقض فصد المتوضئ لعدم خروجه الی ما کان مامورا بتطهیره بالفعل فان جعل مامورا به بهذا الفصد کان دورا کما لایخفی ویتفرع علیه انه ان تورم موضع من بدنه قدر کف مثلا وکان یضره اصابة الماء فانفجر من اعلاه و سال علی الورم لاینقض ما لم یجاوز موضع الورم لانه لایؤمر بایقاع تطهیره بالفعل لمکان الضرر۔

محشین کو یہ خیال ہوا کہ "جسے حکم تطہیر لاحق ہے" سے مراد یہ ہے کہ مکلف بالفعل جسے پاک کرنے کا مامور ہے۔ **قلت** ان کا مطلب یہ ہے کہ بالفرض اس وقت کوئی حدث واقع ہو یا کوئی نجاست لگ جائے تو اسے بروقت اس کو پاک کرنے کا حکم ہو ــــ اس لئے کہ اگر یہ نہ مانیں تو باوضو شخص کا فصد لگوانا ناقضِ وضو نہ ہو کیوں کہ ایسی جگہ کی طرف خون کا نکلنا نہ ہوا جسے پاک کرنے کا بالفعل اسے حکم رہا ہو ــــ اگر اسی فصد کے سبب اسے مامور مانیں تو دور لازم آئے گا جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ اسی خیال پر یہ بات متفرع ہوتی ہے کہ اگر اس کے بدن کی کسی جگہ مثلاً ہتھیلی برابر ورم ہو اور اس پر پانی لگنا ضرر رساں ہو، وہ ورم اوپر سے پھوٹا اور خون یا پیپ ورم پر بہا تو وہ ناقضِ وضو نہ ہو جب تک کہ جائے ورم سے تجاوز نہ کر جائے کیوں کہ ضرر کی وجہ سے بروقت اسے اس جگہ کو پاک کرنے کا حکم نہیں ہے۔

فی فتح الله المعین عن حاشیة العلامة نوح افندی قال بعض الفضلاء فی شرح الوقایة یعنی ابن ملك یفهم من قوله سال الی ما یطهر انه اذا کان له جراحة منبسطة بحیث یضر غسلها فان خرج الدم وسال علی الجراحة ولم یتجاوز الی موضع یجب غسله

فتح اللہ المعین میں حاشیۂ علامہ نوح آفندی کے حوالے سے نقل ہے: "بعض فضلا ــــ یعنی ابن ملک ــــ نے عبارۃ شرح وقایہ سے متعلق کہا لفظ "سال الی ما یطہر ــــ اس جگہ کی طرف بہے جسے پاک کیا جاتا ہے" ــــ سے سمجھ میں آتا ہے کہ اگر کسی کو پھیلی ہوئی جراحت ہے جس کا دھونا مضر ہے خون نکلا اور جراحت کے اوپر بہا، کسی ایسی جگہ نہ بڑھا جسے دھونا واجب ہے تو وضو نہ ٹوٹے گا،

www.alahazratnetwork.org

27 لاینقض الوضوء کذا فی المشکلات[1] اھ۔

والیہ یشیر کلامہ ابیہ السید علی حیث قال السید الازھری" المراد بحکم التطھیر وجوبہ فی الوضوء و الغسل ولو بالمسح لینتظم ما اذا کانت الجراحۃ منبسطۃ بحیث یضر غسلھا فان خرج الدم و سال علی الجراحۃ ولم یتجاوزھا الی موضع یجب غسلہ فانہ ینقض لانہ سال الی موضع یلحقہ حکم التطھیر بالمسح علیہ للعذر کذا بخط شیخنا وانظر حکم ما لوضرہ المسح ایضا[2] الخ" ثم نقل عن العلامۃ نوح افندی ردا مر عن المشکلات بما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی ثم قال "وکلام القھستانی یشیر الی ما فی المشکلات ونصہ نزل الدم من الانف فسد مالان منہ ولم ینزل منہ شیئ اوتورم رأس الجرح فظھر بہ قیح اونحوہ ولم یتجاوز الورم لم ینقض[3] الخ"۔

اقول[ف][۱۳] اولاً ان کان فی ھذا

ایسا ہی مشکلات میں ہے اھ۔

اسی کی طرف ان کے والد سید علی کے کلام سے بھی اشارہ ہو رہا ہے، سید ازہری فرماتے ہیں: حکمِ تطہیر سے مراد وجوبِ تطہیر وضو و غسل میں، اگرچہ مسح ہی کے ذریعہ ہو، تاکہ اسے بھی شامل ہو جب جراحت پھیلی ہوئی ہو اس کے دھونے میں ضرر ہو اگر خون نکل کر جراحت پر بہا اور ایسی جگہ نہ بڑھا جسے دھونا واجب ہو تو یہ ناقض ہے کیونکہ یہ ایسی جگہ بہا جسے عذر کے باعث مسح کے ذریعہ پاک کرنے کا حکم لاحق ہے — ایسا ہی ہمارے شیخ کی تحریر میں مرقوم ہے — اس صورت کا حکم قابلِ غور ہے جس میں مسح بھی ضرر دیتا ہو الخ — پھر علامہ نوح آفندی سے مشکلات کے سابقہ مضمون کی تردید نقل کی۔ یہ آگے ان شاء اللہ تعالٰی آئے گی — پھر کہا: قہستانی کا کلام بھی مضمونِ مشکلات کی طرف اشارہ کر رہا ہے اس کی عبارت یہ ہے: ناک سے خون اترا تو اس کے نرم حصے کو بند کر دیا اور اس سے کچھ نیچے نہ آیا، یا سرِ زخم میں ورم ہو گیا اس میں پیپ وغیرہ ظاہر ہوئی اور ورم سے آگے نہ بڑھی تو ناقض نہیں الخ۔

اقول اولاً اگر اس کلام میں اس

ف: تطفل[۴] علی السید ابی السعود۔

[1] فتح المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۱

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۱/۴۱ و ۴۲

الکلام اشارۃ الی ذٰلک فاسنادہ للقہستانی من ابعاد النجعۃ فان الفرع مذکور فی البحر والفتح والمبسوط وغیرھا من جلۃ المعتمدات، وقد قدمنا کلام الفتح ان فی مبسوط شیخ الاسلام تورم رأس الجرح فظھر بہ قیح ونحوہ لاینقض مالم یجاوز الورم[1] الخ۔

وثانیًا[ف۱] لااشارۃ فانھم انما فرضوا تورم رأس الجرح فالتجاوز عنہ یکون بالانحدار وھو شرط النقض علی الصحیح المفتی بہ و لیس فی کلامھم ذکر ورم بسیط وسیع ینفجر رأسہ فیسیل علی سطحہ و ولایجاوزہ الی الموضع الصحیح نعم انا[ف۲] اسعف بذکر ما وقفت علیہ من کلام من یذھب او یمیل الیہ ثم اذکر ما یفتح

طرف اشارہ ہے تو قہستانی کی طرف اس کی اسناد خوراک کی تلاش میں بہت دور نکل جانے کی طرح ہے اس لئے کہ یہ جزئیہ بحر، فتح، مبسوط وغیرہا معتمداتِ جلیلہ میں مذکور ہے۔ اور فتح کی یہ عبارت ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہ شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے، سرِ زخم پر ورم ہوگیا اس میں پیپ وغیرہ ظاہر ہوئی تو جب تک ورم سے تجاوز نہ کرے ناقض نہیں الخ۔

ثانیًا اس میں کوئی اشارہ نہیں۔ اس لئے ان حضرات نے سرِ زخم کا ورم کرنا فرض کیا ہے اس سے (خون کا) تجاوز ڈھلکنے سے ہوگا۔ اور یہ صحیح مُفتٰی بہ قول پر وضو ٹوٹنے کی شرط ہے۔ ان کے کلام میں ایسے ورم کا ذکر ہی نہیں جو پھیلا ہوا کشادہ ہو جس کا سر پھٹ جائے پھر خون یا پیپ اس کی سطح پر بہے اور اس سے تجاوز کرکے صحت والی جگہ نہ آئے، ہاں میں ان حضرات کا ذکر کروں گا جن کے بارے میں مجھے علم ہوا کہ یہ ان کا مذہب ہے یا اس طرف ان کا میلان ہے ۔۔۔ اس کے بعد

www.alahazratnetwork.org

ف۱: تطفل اٰخر علیہ۔

ف۲: **مسئلہ** ورم زیادہ جگہ میں پھیلا ہے اور اسے مسح بھی نقصان کرتا ہے اور وُہ اوپر سے پھُوٹا اور خون یا پیپ ورم، ورم پر بہا صحیح بدن کی طرف نہ بڑھا تو بعض کتب میں فرمایا وضو نہ گیا اور مصنّف کی تحقیق کہ جاتا رہے گا اور اگر اس ورم کو غسل یا مسح کرسکتے ہوں تو بالاتفاق ناقضِ وضو ہوگا۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارات فصل فی نواقض الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۴

المولٰی سبحانہ من لدیہ قال الامام الحلبی فی الحلیۃ "اذا انحدر الخارج عن راس الجرح لکنہ لم یجاوز المحل المتورم وانما انحدر الی بعض ذٰلک المحل فانما لاینتقض اذا کان یضرہ غسل ذٰلک الموضع و مسحہ ایضاً اما اذا کان لایضرہ احدھما فینبغی انہ ینقض لانہ یلحقہ حکم التطھیر اذ المسح تطھیر لہ شرعا کالغسل فلیتنبہ لذلک اھ[1]۔

وہ ذکر کروں گا جو اپنی طرف سے مولٰی تعالٰی منکشف فرمائے گا ___ امام حلبی حلیہ میں لکھتے ہیں: سر زخم سے نکلنے والا (خون یا پیپ) ڈھلک آئے لیکن ورم کی ہوئی جگہ سے تجاوز نہ کرے بس اسی جگہ کے کسی حصے تک ڈھلک کر آیا ہو تو وضو نہ ٹوٹے گا جبکہ اس شخص کو اس جگہ کا دھونا اور مسح کرنا ضرر دیتا ہو۔ اور اگر دھونے یا مسح کرنے میں ضرر نہ ہو تو اسے ناقض ہونا چاہیے اس لئے کہ اسے حکم تطہیر لاحق ہے۔ کیونکہ مسح بھی دھونے کی طرح شرعاً اس کی تطہیر ہے۔ تو اس پر متنبہ رہنا چاہیے اھ۔

وفی الفوائد المخصصۃ للعلامۃ الشامی عن المقاصد الممحصۃ فی بیان کی الحمصۃ لسیدی عبد الغنی انہ قال بعد نقلہ حد السیلان ومافیہ من الخلاف فالمفھوم من ھذہ العبارات ان الدم والقیح والصدید اذا علا علی الجرح ولم یسل عنہ الی موضع صحیح من البدن لاینقض الوضوء سواء کان الجرح کبیرا او صغیرا[2] (ثم قال بعد کلام) ویؤید ھذا ما فی خزانۃ الروایات فی الجراحۃ البسیطۃ اذا خرج الدم من جانب و تجاوز الی جانب اٰخر لکن لم یصل الی موضع صحیح فانہ

علامہ شامی کی فوائد مخصصہ میں سیدی عبد الغنی کی مقاصد ممحصہ کے حوالے سے آبلوں کے بیان میں ہے کہ انہوں نے سیلان کی تعریف اور اختلاف نقل کرنے کے بعد فرمایا: ان عبارتوں سے مفہوم یہ ہوتا ہے کہ خون، پیپ، پانی جب سر زخم پر چڑھے اور اس سے ہٹ کر بدن کی کسی صحتمند جگہ نہ بہے تو وضو نہ ٹوٹے گا، خواہ زخم بڑا ہو یا چھوٹا۔ (پھر کچھ عبارت کے بعد لکھا) اس کی تائید پھیلی ہوئی جراحت سے متعلق خزانۃ الروایات کی اس عبارت سے ہوتی ہے: جب خون ایک جانب سے نکلے اور دوسری جانب تجاوز کرے لیکن کسی تندرست جگہ نہ پہنچے تو وہ ناقض وضو نہیں، اس لئے کہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] الفوائد المخصصۃ رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۶۳

www.alahazratnetwork.org

لاینقض الوضوء لانہ لم یصل الی موضع یلحقہ حکم التطہیر[1] اھ۔

وفی الارکان الاربعۃ للمولی ملک العلماء بحرالعلوم عبد العلی اللکنوی اذا خرج القیح من راس الجرح ولم یتجاوز ورم الجرح لاینقض الطہارۃ ولایکون نجسا[2] اھ۔

وفی ردالمحتار عن السراج عن الینابیع الدم السائل علی الجراحۃ اذا لم یتجاوز قال بعضھم ھو طاھر حتی لوصلی رجل بجنبہ واصابہ منہ اکثر من قدر الدرھم جازت صلاتہ وبھذا اخذ الکرخی وھو الاظھر وقال بعضھم ھو نجس وھو قول محمد[3] اھ۔ قال الشامی ومقتضاہ انہ غیر ناقض لانہ بقی طاھرا بعد الاصابۃ وان المعتبر خروجہ الی محل یلحقہ حکم التطہیر من بدن صاحبہ فلیتامل[4] اھ۔

وانا **اقول** وباللہ التوفیق

ایسی جگہ نہ پہنچا جسے حکمِ تطہیر لاحق ہوا ھ۔

ملک العلماء بحرالعلوم مولٰنا عبد العلی لکھنوی کی ارکان اربعہ میں ہے "جب سرِ زخم سے پیپ نکلے اور زخم کے ورم سے تجاوز نہ کرے تو طہارت نہ توڑیگا اور نہ نجس ہوگا" اھ

ردالمحتار میں سراج وہاج سے اس میں ینابیع سے نقل ہے: جراحت پر بہنے والا خون جب اس سے تجاوز نہ کرے تو بعض نے کہا وہ پاک ہے یہاں تک کہ اگر اس کے پہلو میں کوئی نماز پڑھ رہا ہے اسے درہم بھر سے زیادہ وہ خون لگ گیا تو اس کی نماز ہوگئی، اسی کو امام کرخی نے اختیار کیا اور یہی اظہر ہے اور بعض نے کہا وہ نجس ہے اور یہی امام محمد کا قول ہے اھ ــــ علامہ شامی کہتے ہیں: اس کا مقتضا یہ ہے کہ وہ ناقض بھی نہ ہو اس لئے کہ وہ لگنے کے بعد بھی طاہر رہا، اور یہ کہ اعتبار اس کا ہے کہ صاحبِ زخم کے بدن سے ایسی جگہ کی طرف نکلے جسے حکمِ تطہیر لاحق ہے، تو اس پر تامل کیا جائے اھ۔

وانا **اقول** (اور میں کہتا ہوں)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] الفوائد المخصصۃ رسالۃ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۶۴

[2] رسائل الارکان کتاب الطہارۃ نواقض الوضوء مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۶

[3] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطلب نواقض الوضوء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۲

[4] " " " " " " " " "

وبه استهدی سواء الطریق

ھٰھنا مسئلتان:

مسئلة الورم الغیر المنفجر الامن اعلاه کما وصفنا۔

و**مسئلة الجرح** اعنی تفرق الاتصال کما یحصل بالسلاح والانفجار وقد (ف۱) خلطھما السید ابو السعود کما رأیت وسیظھر الفرق بعون رب البیت۔

اما الاولٰی ففی غایة الاشکال ولا تحضرنی الاٰن مصرحة کذلك الامن الحلیة والارکان الاربعة وکذا ما تبتنی علیه من ارادة ما یکلف بایقاع تطھیرہ بالفعل وھذا ربما یشم من غیرھما ایضا کابن ملك وخزانة الروایات ورد المحتار۔

فاقول (ف۲) **اوّلاً** لایذھبن عنك (ف۳) ان المعنی المؤثر عندنا فی الحدث ھو خروج النجس من باطن البدن الی ظاھرہ لایحتاج معه الی شیئ اٰخر

اور توفیق خدا ہی سے ہے اور اسی سے راہِ راست کی ہدایت طلب کرتا ہوں۔ یہاں دو مسئلے ہیں:

(۱) **مسئلہ ورم** — ایسا ورم جو اپنے اوپری حصے سے ہی پھوٹا ہو، جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

(۲) **مسئلہ زخم** — یعنی اتصال ختم ہو کر جدائی پڑجانا جیسے ہتھیار سے اور پھٹنے سے ہوتا ہے۔

دونوں مسئلوں میں سید ابو السعود نے خلط کردیا جیسا کہ آپ نے دیکھا — دونوں میں فرق بعونہٖ تعالٰی جلد ہی ظاہر ہوگا۔

پہلا **مسئلہ ورم** انتہائی مشکل ہے اور اس تصریح کے ساتھ بروقت مجھے صرف حلیہ اور ارکانِ اربعہ سے مستحضر ہے یوں ہی وہ جس پر اس مسئلے کی بنیاد رکھتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ وہ بروقت اس کی تطہیر عمل میں لانے کا مکلف ہو اور اس کی کچھ بُو ان دونوں کے علاوہ ابن ملک، خزانۃ الروایات اور ردالمحتار سے بھی آتی ہے۔

فاقول اوّلاً یہ بات ذہن سے نہ نکلے کہ ہمارے نزدیک حدث میں مؤثر معنی شئے نجس کا باطن بدن سے ظاہر بدن کی طرف نکلنا ہے۔ مگر یہ ہے کہ غیر سبیلین میں نکلنا بغیر منتقل کے

www.alahazratnetwork.org

ف۱: **تطفل** ثالث علی السید الازھری۔

ف۲: **تطفل** علی الحلیة وبحر العلوم فی مسئلة الورم۔

ف۳: تحقیق المعنی المؤثر فی الحدث ووجه اشتراط السیلان فی الخارج من غیر السبیلین۔

غیران الخروج لایتحقق فی غیر السبیلین الا بالانتقال لان تحت کل جلدۃ دما وھو مادام فی مکانہ لایعطی لہ حکم النجاسۃ۔

متحقق نہیں ہوتا اس لئے کہ ہر جلد کے نیچے خون ہے اور وُہ جب تک اپنی جگہ رہے اسے نجاست کا حکم نہ دیا جائے گا۔

قال الامام برھان الملّۃ والدین فی الھدایۃ خروج النجاسۃ مؤثر فی زوال الطھارۃ غیران الخروج انما یتحقق بالسیلان الٰی موضع یلحقہ حکم التطھیر لان بزوال القشرۃ تظھر النجاسۃ فی محلھا فتکون بادیۃ لاخارجۃ بخلاف السبیلین لان ذٰلک الموضع لیس بموضع النجاسۃ فیستدل بالظھور علی الانتقال والخروج[1] اھ۔

(۱) امام برہان الملّۃ والدّین ہدایہ میں فرماتے ہیں، خروج نجاست، زوال طہارت میں مؤثر ہے مگر یہ کہ خروج ایسی جگہ جسے حکمِ تطہیر لاحق ہے بہنے ہی سے متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ پوست ہٹنے سے نجاست اپنی جگہ ظاہر ہوجاتی ہے تو وہ بادی (ظاہر ہونے والی) ہوگی خارج نہ ہوگی۔ سبیلین کا حال اس کے برخلاف ہے کیونکہ وہ جگہ نجاست کی جگہ نہیں تو ظاہر ہونے سے ہی منتقل اور خارج ہونے پر استدلال ہوگا اھ۔

ومثلہ فی المستخلص نقلا عنھا۔

(۲) اسی کے مثل اس سے نقل کرتے ہوئے مستخلص میں ہے۔

وقال الامام فقیہ النفس فی شرح الجامع الصغیر الحدث للخارج النجس والخروج انما یتحقق بالسیلان[2] الخ۔

(۳) امام فقیہ النفس شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں فرماتے ہیں، حدث' خارج نجس کا نام ہے، اور خروج سیلان ہی سے متحقق ہوتا ہے۔ الخ۔

وقال الامام المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر "خروج النجاسۃ مؤثر فی زوال الطھارۃ شرعا وھذا القدر فی الاصل معقول ای عُقل فی الاصل وھو الخارج من السبیلین ان زوال الطھارۃ عندہ انما ھو بسبب انہ نجس

(۴) امام محقق علے الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں، خروج نجاست شرعًا زوال طہارت میں مؤثر ہے۔ اتنی مقدار اصل میں معقول ہے یعنی اصل جو خارج سبیلین ہے اس سے متعلق یہ بات عقل سے سمجھ میں آتی ہے کہ اس کے پائے جانے کے وقت زوال طہارت اسی سبب سے ہے

---

[1] الہدایۃ کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۹

[2] شرح الجامع الصغیر للامام قاضی خان

خارج من البدن اذلم یظھر لکونه من خصوص السبیلین تاثیر وقد وجد فی الخارج من غیرھما فیتعدی الحکم الیه فالاصل الخارج من السبیلین وحکمه زوال طھارة یوجبھا الوضوء وعلته خروج النجاسة من البدن و الفرع الخارج النجس من غیرھما وفیه المناط فیتعدی الیه زوال الطھارة[1] اھ۔

کہ وہ بدن سے نکلنے والی ایک نجاست ہے کیونکہ خاص سبیلین سے خارج ہونے کا کوئی اثر کہیں ظاہر نہ ہوا۔ اور یہ سبب غیر سبیل سے نکلنے والی چیز میں بھی موجود ہے تو حکم وہاں بھی پہنچے گا ـــــ تو اصل خارج سبیلین ہے ـــــ حکم اس طہارت کا ختم ہوجانا جو وضو سے ثابت ہوتی ہے۔ علت، نجاست کا بدن سے نکلنا ـ فرع، غیر سبیلین سے نکلنے والی نجس چیز ـــ اور اس پر مدار ہے تو زوال طہارت یہاں بھی متعدی ہوجائے گا اھ۔

ومثله فی البحرالرائق وفیه ایضا النقض بالخروج وحقیقته من الباطن الی الظاھر وذلك بالظھور فی السبیلین یتحقق وفی غیرھما بالسیلان الی موضع یلحقه التطھیر لان بزوال القشرة تظھر النجاسة فی محلھا فتکون بادیة لاخارجة[3] اھ۔

(۵) اسی کے مثل البحرالرائق میں بھی ہے۔ اور اس میں یہ بھی ہے "نقض خروج سے ہوتا ہے اور اس کی حقیقت باطن سے ظاہر کی طرف نکلنا ہے۔ یہ بات سبیلین کے اندر ظہور سے متحقق ہوتی ہے اور غیر سبیلین میں ایسی جگہ بہنے سے جسے حکم تطہیر لاحق ہے۔ اس لئے کہ پوست ہٹنے سے نجاست اپنی جگہ نظر آتی ہے تو وہ ظاہر کہلائے گی خارج نہ ہوگی۔ اھ۔

وفی الفتح والحلیة والغنیة والبحر والطحطاوی والشامی جمیع الادلة المورودة من السنة والقیاس تفید تعلیق النقض بالخارج النجس[4] اھ۔

(۶ تا ۹) فتح القدیر، حلیہ، غنیہ، بحر، طحطاوی اور شامی میں ہے، سنت اور قیاس سے لائی جانے والی تمام دلیلیں یہی افادہ کرتی ہیں کہ وضو ٹوٹنا خارج نجس سے وابستہ رہے گا اھ۔

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ فصل فی نواقض الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۹

[2] " " " " " ۱/۳۹

[3] " " " " " ۱/۳۸ و ۳۹

[4] البحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی نواقض الوضوء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۱

www.alahazratnetwork.org

وفی الغنیۃ اذا زالت بشرۃ کانت الرطوبۃ بادیۃ لامنتقلۃ ولا تکون منتقلۃ الا بالتجاوز والسیلان۔

غنیہ میں ہے: جب جلد ہٹ جائے تو رطوبت نمایاں ہوگی وُہ منتقل ہونے والی نہ ہوگی۔ منتقل تو تجاوز اور سیلان ہی سے ہوگی اھ۔

وفی تبیین[10] الامام الزیلعی الخروج انما یتحقق بوصولہ الی ماذکرنا لان ما تحت الجلدۃ مملوء دما فبالظہور لایکون خارجا بل بادیا وھو فی موضعہ اھ[2]۔

(۱۰) امام زیلعی کی تبیین الحقائق میں ہے: خروج اس جگہ پہنچنے ہی سے متحقق ہوگا جو ہم نے بیان کی' اس لئے کہ زیر جلد حصہ' خون سے بھرا ہوا ہے تو صرف ظہور سے وہ خارج نہ ہوگا بلکہ اپنی جگہ رہتے ہوئے دکھائی دینے والا ہوگا۔ اھ۔

وفی المحیط[11] ثم الدرر[12] "حد الخروج الانتقال من الباطن الی الظاھر وذلك یعرف بالسیلان من موضعہ اھ[3]"

(۱۱--۱۲) محیط پھر درر میں ہے: خروج کی تعریف، باطن سے ظاہر کی طرف منتقل ہونا' اور اس کی شناخت اپنی جگہ سے بہہ جانے سے ہوگی اھ۔

وفی شرح[13] للامام صدر الشریعۃ المعتبر الخروج الی ماھو ظاھر البدن شرعا اھ[4]"

(۱۳) امام صدر الشریعہ کی شرح وقایہ میں ہے: اعتبار اس جگہ نکلنے کا ہے جو شرعاً ظاہر بدن ہے اھ۔

وقال الامام[14] النسفی فی متن الکنز" ینقضہ خروج نجس منہ اھ[5]"

(۱۴) امام نسفی، متن کنز الدقائق میں فرماتے ہیں: ینقضہ خروج نجس منہ اھ--- اس سے کسی نجس کا نکلنا وضو توڑ دے گا۔

واستحسنہ فی جامع[15] الرموز فقال" حق العبارۃ ناقضہ خروج

(۱۵) جامع الرموز میں اسے پسند کیا اور کہا حق عبارت یہ ہے: ناقضہ خروج

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی نواقض الوضوء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۱
[2] تبیین الحقائق کتاب الطہارت دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۴۸
[3] دررالحکام بحوالہ المحیط میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۳
[4] شرح الوقایۃ کون السائل الی مایطہر ناقضا مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۴۱
[5] کنز الدقائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷

www.alahazratnetwork.org

النجس[1] اھ۔

النجس، ناقضِ وضو نجس کا نکلنا ہے اھ۔

وقال السید[16] جلال الدین فی الکفایۃ "لایتحقق الخروج الابالسیلان لان تحت کل جلدۃ رطوبۃ فاذا زالت کانت بادیۃ لاخارجۃ کالبیت اذا انھدم کان الساکن ظاھرا لامنتقلا عن موضعہ[2] اھ"۔

(۱۶) سید جلال الدین کرلانی کفایہ میں فرماتے ہیں، "خروج بغیر بہنے کے متحقق نہیں ہوتا اس لئے کہ ہر جلد کے نیچے رطوبت ہے جب جلد ہٹ جائے تو رطوبت ظاہر ہوگی خارج نہ ہوگی ــ جیسے گھر گرجائے تو اندر رہنے والا ظاہر ہوگا اپنی جگہ سے منتقل نہ ہوگا"۔ اھ

وقال العلامۃ[17] الاکمل فی العنایۃ "خروج النجس من بدن الانسان الحی ینقض الطھارۃ کیفما کان عندنا وھو مذھب العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم[3] اھ"

(۱۷) علامہ اکمل الدین بابرتی عنایہ میں فرماتے ہیں: "زندہ انسان کے بدن سے نجس چیز کا نکلنا ہمارے نزدیک جس طرح بھی ہو ناقضِ طہارت ہے اور یہی عشرۂ مبشرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب ہے" اھ

وفیھا ایضا شرط التجاوز الی موضع یلحقہ حکم التطھیر احترازا عما یبدو ولم یخرج ولم یتجاوز فانہ لایسمی خارجا فکان تفسیرا للخروج وردا لما ظن زفران البادی خارج[4] اھ۔

اسی میں یہ بھی ہے: جسے حکم تطہیر لاحق ہے اُس جگہ تجاوز کی شرط اس صورت سے احتراز ہے جب نجس صرف نمودار ہو، نہ نکلے، نہ آگے بڑھے کیونکہ اُسے خارج نہیں کہا جاتا۔ تو یہ شرط خروج کی تفسیر اور امام زفر کے اس گمان کی تردید ہے کہ ظاہر ہونے والا، نکلنے والا ہے اھ۔

وقد صرح[18] المولی بحر العلوم نفسہ فی ذلک الکتاب انہ ثبت ان علۃ انتقاض الطھارۃ خروج النجاسۃ

(۱۸) خود مولانا بحر العلوم نے اسی کتاب میں صراحت کی ہے کہ ثابت ہوگیا کہ طہارت ٹوٹنے کی علت خروجِ نجاست ہے تو جو نجاست بھی خارج ہوگی

www.alahazratnetwork.org

۱؎ جامع الرموز کتاب الطہارۃ مکتبۃ الاسلامیۃ گنبدِ قاموس ایران ۱/۴۴
۲؎ الکفایۃ مع فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸
۳؎ العنایۃ شرح الہدایۃ مع فتح القدیر کتاب الطہارۃ " " " ۱/۳۳
۴؎ " " " " " " " " "

فکلما خرج من النجاسۃ ینقض الطہارۃ اھ[1]

ومن نظر الی تظافر ھٰذہ النصوص ایقن ان خروج النجس الی ظاھر البدن اذا تحقق لایتوقف بعدہ ثبوت الحدث وان تحققہ فی غیر السبیلین یحصل بانتقال ما عن موضعہ لایشترط فیہ ان یکون ذراعا او شبرا مثلا ولذلک لما ظھر لمحمد فیما روی عنہ ان بالعلو علی راس الجرح یحصل انتقال الدم من مکانہ حکم بالنقض من دون توقیف علی انحدار ایضا فضلا عن اشتراط امتداد مسافۃ واصحابنا جعلوا راس الجرح من مکانہ فمادام علیہ ولم یجاوزہ لم ینتقل من مکانہ وان انتقل من تحت۔

قال فی الدرر عن المحیط بعد ماقدمنا وحد السیلان ان یعلو فینحدر عن راس الجرح ھکذا فسر ابویوسف لانہ مالم ینحدر عن راس الجرح لم ینتقل عن مکانہ فان ما یواری الدم من اعلی الجرح

ناقض طہارت ہوگی اھ۔

جو ان نصوص کی کثرت اور باہمی موافقت دیکھے گا اس بات کا یقین کرے گا کہ ظاہر بدن کی طرف نجس چیز کا خروج جب متحقق ہوجائے تو اسکے بعد حدث کا ثبوت کسی اور بات پر موقوف نہیں رہتا۔ اور یہ بھی یقین کرے گا کہ غیر سبیلین میں خروج کا تحقق اپنی جگہ سے کچھ ہٹ جانے سے ہوجاتا ہے اس میں یہ شرط نہیں کہ ایک ہاتھ یا ایک بالشت ہو، مثلاً — اسی لئے — جیسا کہ روایت ہے — جب امام محمد پر ظاہر ہوا کہ سرِ زخم پر چڑھنے سے خون کا اپنی جگہ سے منتقل ہونا حاصل ہوجاتا ہے تو انھوں نے وضو ٹوٹنے کا حکم کردیا — نیچے ڈھلنے پر بھی موقوف نہ رکھا — کسی مسافت میں پھیلنے کی شرط لگانا تو دُور کی بات ہے — اور ہمارے اصحاب نے سرِ زخم کو اس کی جگہ قرار دیا ہے جب تک خون اس پر رہے اور تجاوز نہ کرے تو وہ اپنی جگہ سے منتقل نہ ہوا اگرچہ نیچے سے اوپر گیا ہے۔

دُرر میں محیط کے حوالہ سے سابقاً نقل کردہ عبارت کے بعد ہے: اور سیلان کی حد یہ ہے کہ اوپر جاکر سرِ زخم سے ڈھلک آئے، امام ابویوسف نے اسی طرح تفسیر فرمائی۔ اس لئے کہ جب تک سرِ زخم سے نہ اُترے وہ اپنی جگہ سے منتقل نہ ہوا اس لئے کہ خون کے مقابل زخم کا بالائی حصہ خون ہی

www.alahazratnetwork.org

---

[1] رسائل الارکان کتاب الطہارۃ بیان نواقض الوضوء مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۶

مکانہ اھ۔[1]

فالورم المنبسط المنفجر من اعلاہ اذا انحدر القیح من راسہ تحقق الخروج والانتقال والسیلان قطعا لامحل فیہ لارتیاب فما ھی الاعبارۃ عن معنی واحد، ولن یسبقن الی وھم احد ان الورم ان استوعب ید انسان من کتفہ الی رسغہ فانفجر من اعلی الکتف وجعل الدم یثج ثجا حتی ملأ الکتف ثم العضد ثم المرفق ثم الساعد لم یکن کل ھذا خروجا حتی یتجاوز الی الکف۔

وعدم[۱۱۲] لحوق حکم التطھیر (ف) عند العذر ظاھر المنع، بل قد لحق وتاخر طلب ایقاعہ بالفعل حتی یزول ولذا اذا زال ظھر فکان من باب الوجوب لانعقاد السبب وتأخر وجوب الاداء، بخلاف داخل العین فانہ من باطن البدن شرعا فی باب التطھیر من کل وجہ لم یلحقہ

کی جگہ ہے اھ۔

تو پھیلا ہوا ورم جو اوپر سے پھوٹ جائے جب پیپ اس کے سر سے نیچے اُتر آئے تو خروج، انتقال اور سیلان قطعاً متحقق ہوگیا جس میں کسی شک شبہہ کی گنجائش نہیں کہ یہ سب ایک ہی معنٰی سے عبارت ہیں ـــــ اور ہرگز کسی کو یہ وہم نہیں ہوسکتا کہ ورم اگر کسی انسان کے ہاتھ میں شانے سے گٹے تک کے حصے کو گھیرلے پھر شانے کے اوپر سے پھوٹے اور خون تیزی سے بہنے لگے یہاں تک کہ شانہ بھر جائے پھر بازو پھر کہنی پھر کلائی بھی بھرجائے ان سب کے باوجود خروج ثابت نہ ہوگا یہاں تک کہ خون تجاوز کرکے ہتھیلی پر آجائے۔

عذر کے وقت حکمِ تطہیر لاحق نہیں، اس پر منع ظاہر ہے۔ یہ ہمیں تسلیم نہیں بلکہ حکم لاحق ہے مگر عذر ختم ہونے تک بالفعل اسے عمل میں لانے کا مطالبہ مؤخر ہوگیا ہے۔ اسی لئے جب عذر ختم ہوجائے تو حکم ظاہر ہوتا ہے تو یہ اس باب سے ہوا کہ سبب متحقق ہونے کی وجہ سے وجوب ثابت ہے ـــــ اور وجوبِ ادا مؤخر ہے اور داخل چشم کا معاملہ ایسا نہیں اس لئے کہ باب تطہیر میں وہ ہر طرح شرعاً باطن بدن سے شمار ہے

www.alahazratnetwork.org

ف: تطفل ۴۳ اُخر علی الحلیۃ وابن مالک فی اُخرین۔

---

[1] درر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الطہارۃ بیان نواقض الوضوء میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

قطع حکم التطهیر ولن یلحقه ابدا ما بقی فکیف یقاس علیه ما کان ظاهر البدن قطعا حسا وشرعا ثم اعتری معترٍ اخر عنه حکم اداء التطهیر موقتا لوقت البرء ام کیف یجعل العارض کاللازم والحادث عن قریب الزائل عما قلیل کاللازب المستمر۔

اسے کسی وقت نہ حکمِ تطہیر لاحق ہوا اور نہ ہرگز کبھی لاحق ہوگا جب تک کہ وہ باقی ہے۔ پھر اس پر اس کا قیاس کیسے ہوسکتا ہے جو حِسًّا اور شرعًا قطعی طور پر ظاہرِ بدن ہے پھر اس پر کوئی عارض درپیش ہُوا جس نے اچھے ہونے تک کے لئے عارضی طور پر تطہیر کو عمل میں لانے کا حکم مؤخر کردیا ــــ یا عارض کو لازم کی طرح کیسے قرار دیا جاسکتا ہے اور جلد ہی رُونما ہونے والے کچھ دیر بعد زائل ہونے والے کو ہمیشہ لگے رہنے والے کی طرح کیسے کہا جاسکتا ہے!

وثانیا[۱۱] انما المنقول عن ائمتنا رضی اللّٰه تعالٰی عنهم شیئان، اما النقض بمجرد العلو علی رأس الجرح وان لم ینحدر کما روی عن محمد والیه مال الامام محمد بن عبداللّٰه وعلیه مشی فی مجموع النوازل والفتاوی النسفیة وجعله فی الوجیز اقیس وفی الدرایة اصح۔ واما بالانحدار عن رأس الجرح وهو المعتمد وعلیه الفتوی ولم ینقل عن احد منهم قط ان الانحدار عن الرأس ایضا لایکفی للنقض ما لم یجاوز سطح ورم

ثانیا ہمارے ائمہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم سے منقول دو ہی چیزیں ہیں:

(۱) یا تو محض سرِزخم پر چڑھ جانے سے وضو ٹوٹ جانا اگرچہ نیچے نہ اُترے ــــ جیسا کہ یہ امام محمد رحمۃ اللّٰہ علیہ سے مروی ہے ــــ اسی کی طرف امام محمد بن عبداللّٰہ مائل ہوئے، اسی پر مجموع النوازل اور فتاوٰی نسفیہ میں چلے ہیں، اسی کو وجیز میں زیادہ قرینِ قیاس اور درایہ میں اصح کہا ہے۔

(۲) یا سرِزخم سے نیچے اُتر آنے پر وضو ٹوٹنے کا حکم ہے ــــ یہی معتمد ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ اور ان حضرات میں کسی سے یہ کبھی بھی منقول نہیں کہ وضو ٹوٹنے کے لئے سرِزخم سے نیچے اتر آنا بھی کافی نہیں جب تک کہ ورمِ زخم کی پوری سطح سے

ف: تطفل[۴۴] ثالث علیهم۔

www.alahazratnetwork.org

الجرح کلہ قدر ذراع کان او اکثر۔

بل قد نطقت کتب المذھب قاطبۃ بان مجرد الانحدار عن الراس کاف فی النقض۔

وھذا محرر المذھب محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ قائلا فی جامعہ[1] الصغیر محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم فی نفطۃ قشرت فسال منھا ماء او دم او غیرہ عن راس الجرح نقض الوضوء وان لم یسل لم ینقض اھ[1]۔

قال[2] الامام الاجل قاضی خان فی شرحہ والسیلان ان ینحدر عن راس الجرح وعن محمد رحمہ اللہ تعالٰی اذا انتفخ علی راس الجرح وصار اکثر من راس الجرح انتقض والصحیح ما قلنا اھ[2]۔

وفی محیط[3] الامام السرخسی ثم النھر[4] ثم الھندیۃ[5] حد السیلان ان یعلو فینحدر عن رأس الجرح اھ[3]۔

وفی جواھر[6] الفتاوی للامام الکرمانی فی الباب الثانی المعقود لفتاوی الامام جمال الدین البزدوی اما التی تخرج من غیر سبیلین ان وقفت ولم تتعد عن راس۔

تجاوز نہ کر جائے وہ ایک ہاتھ ہو یا زیادہ۔

بلکہ تمام کتبِ مذہب ناطق ہیں کہ سرِ زخم سے محض ڈھلک آنا وضو ٹوٹنے کے لئے کافی ہے۔

(۱) یہ ہیں محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ جو جامع صغیر میں فرماتے ہیں، محمد راوی یعقوب سے وہ ابوحنیفہ سے رضی اللہ تعالٰی عنہم ___ اس آبلہ کے بارے میں جس کا پوست ہٹا دیا گیا تو اس سے پانی یا خون یا اور کچھ سرِ زخم سے بہہ گیا تو وضو ٹوٹ جائے گا اور نہ بہا تو نہ ٹوٹے گا اھ۔

(۲) امام اجل قاضی خان اس کی شرح میں فرماتے ہیں، بہنا یہ ہے کہ سرِ زخم سے ڈھلک آئے۔ اور امام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے روایت ہے کہ جب سرِ زخم پھول جائے اور سرِ زخم سے زیادہ ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا اھ۔

(۳ تا ۵) امام سرخسی کی محیط پھر نہر پھر ہندیہ میں ہے، بہنے کی تعریف یہ ہے کہ اوپر جا کر سرِ زخم سے ڈھلک آئے اھ۔

(۶ و ۷) امام کرمانی کی جواہر الفتاوی کے باب دوم میں ہے جو امام جمال الدین بزدوی کے فتاوی کے لئے خاص کیا گیا ہے: "وہ جو غیر سبیلین سے نکلے اگر ٹھہر جائے اور سرِ زخم سے تجاوز نہ کرے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] الجامع الصغیر للامام محمد کتاب الطہارۃ باب ماینقض الوضوء الخ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۷

[2] شرح الجامع الصغیر للامام قاضی خان

[3] الفتاوی الہندیۃ الفصل الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۰

الجرح فطاهرة[1] اھ۔

ثم اطال فی بیان حکمۃ الفرق بین الخارج والبادی ملخصہ ان البادی الکائن تحت الجلدۃ ھو الذی انتقل عن طبیعۃ الدم الی طبیعۃ اللحم وانتھی نضجہ غیرانہ لم ینجمد بخلاف السائل۔

وفی شرح الطحاوی للامام الاسبیجابی ثم ایضاح الاصلاح لابن کمال باشا قال اصحابنا اذا خرج وسال عن رأس الجرح نقض الوضوء، وقال زفر ینقضہ سال اولم یسل وقال الشافعی لاینقضہ سال اولم یسل[2] اھ۔

وفی الخلاصۃ ان خرج من قرح بہ دم اوصدید اوقیح فسال عن راس الجرح نقض عندنا[3] اھ۔

وفی المنیۃ ان سال عن رأس الجرح ینتقض وان لم یسل لاینتقض وتفسیر السیلان ان ینحدر عن رأس الجرح[4] اھ۔

تو پاک ہے۔" اھ

پھر خارج اور ظاہر کے درمیان فرق کی حکمت تفصیل سے بیان کی، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ زیرِ جلد پایا جانے والا ظاہر وہی ہے جو خون کی طبیعت سے گوشت کی طبیعت کی طرف منتقل ہوگیا اور جس کے پکنے کا عمل پورا ہوگیا ہے مگر وہ ابھی منجمد نہیں ہوا اور سائل ایسا نہیں ہوتا۔

(۸ و ۹) امام اسبیجابی کی شرح طحاوی پھر ابن کمال پاشا کی ایضاح الاصلاح میں ہے: ہمارے اصحاب نے فرمایا: جب خون نکلے اور سرِ زخم سے بہ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور امام زفر فرماتے ہیں وضو ٹوٹ جائے گا بہے نہ بہے۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں نہیں ٹوٹے گا بہے یا نہ بہے۔ اھ۔

(۱۰) خلاصہ میں ہے، اگر پھوڑے سے خون، پیپ یا پانی نکل کر سرِ زخم سے بہ جائے تو ہمارے نزدیک ناقض ہے اھ۔

(۱۱) منیہ میں ہے، اگر سرِ زخم سے بہ جائے تو ناقض ہے، اور نہ بہے تو ناقض نہیں۔ اور بہنے کی تفسیر یہ ہے کہ سرِ زخم سے ڈھلک آئے اھ۔

www.alahazratnetwork.org

ف: حکمۃ الفرق بین السائل والبادی۔

---

[1] جواہر الفتاوی کتاب الطہارۃ الباب الثانی (قلمی فوٹو کاپی) ص ۶

[2] ایضاح الاصلاح

[3] خلاصۃ الفتاوی کتاب الطہارۃ الفصل الثالث المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۵

[4] منیۃ المصلی بیان نواقض الوضوء مکتبہ قادریہ لاہور ص ۹۰

وفی صدر الشریعة[12] "اذا سال عن رأس الجرح علم انه دم انتقل من العروق فی ھذه الساعة وھو الدم النجس اما اذا لم یسل علم انه دم العضو اھ"[1] یشیر الی الحکمة التی ذکرھا الامام جمال الدین۔

(۱۲) صدر الشریعہ کی شرح وقایہ میں ہے "جب سرِ زخم سے بہہ گیا تو معلوم ہُوا کہ وہ ایسا خون ہے جو اسی وقت رگوں سے منتقل ہوا، اور وہ ناپاک خون ہے۔ لیکن جب نہ بہے تو معلوم ہوگا کہ وہ عضو کا خون ہے اھ" — اسی حکمت کی طرف اشارہ ہے جو امام جلال الدین نے بیان کی۔

وفی جواھر الاخلاطی[13] ان سال عن راس الجرح نقض والا لا والسیلان الانحدار عن راس الجرح اھ[2]۔

(۱۳) جواہر الاخلاطی میں ہے، اگر سرِ زخم سے بہہ جائے تو ناقض ہے ورنہ نہیں۔ اور بہنا سرِ زخم سے نیچے اتر آنا ہے اھ۔

وقال صاحب السراج نفسه فی الجوھرة النیرة "حد التجاوز ان ینحدر عن رأس الجرح واما اذا علا ولم ینحدر لاینقض اھ"[3]

(۱۴) خود صاحبِ سراج وہاج، جوہرہ نیرہ میں لکھتے ہیں: "تجاوز کی حد یہ ہے کہ سرِ زخم سے نیچے اتر آئے لیکن اوپر چڑھے اور نیچے نہ ڈھلکے تو ناقض نہیں اھ"

www.alahazratnetwork.org

وھذا ھو الموافق لما تقدم ان المعنی الخروج وظھوره بالانتقال فاذن لااری ھذا القیل الامستحدثا بعد ائمتنا علی خلاف ما یعطیه کلامھم جمیعا وعلی خلاف اطلاقات المتون وعامة الکتب المعتمدة وعلی خلاف ما ھو قضیة جمیع الادلة الموردة من السنة و

اور یہی اس کے مطابق ہے جو گزرا کہ مقصود خروج ہے اور اس کا ظہور انتقال سے ہوتا ہے۔ تو ان سب کی روشنی میں، میں یہی سمجھتا ہوں کہ یہ قول (پھیلے ہوئے پورے ورم کی حد پار کرنا ضروری نہیں) ہمارے ائمہ کے بعد پیدا ہوا ہے جو ان سب حضرات کے مضمون کلام کے برخلاف ہے، متون اور عامۂ کتب معتمدہ کے اطلاقات کے خلاف ہے، اور سنت و قیاس سے لائی جانے والی تمام دلیلوں

---

[1] شرح الوقایة کتاب الطہارة نجاسة الدم المسفوح الخ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۵۷
[2] جواہر الاخلاطی " نواقض الوضوء (قلمی) ص ۷
[3] الجوہرة النیرة " مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۸

القیاس کما علمت۔

وثالثًا فـ۱ مع قطع النظر عن کل ذٰلک ھذا یشبہ فرض محال فقد قدمنا عن الفتح والبحر والغنیۃ ان التطھیر یعم الطھارۃ من الخبث ومعلوم انہ یکون بکل مائع طاھر قالع ولا یشترط فیہ شدۃ الاسالۃ بل تکفی الازالۃ ولو بثلٰث خرق مبلولۃ وفی الدر "تطھر اصبع وثدی تنجس بلحس ثلثا اھ" ولا اعلم ورما یضرہ المسح بخرقۃ بلت بعرق یناسبہ بل ربما ینفع فلعلہ فرض لا یقع۔

ورابعًا ان لزم صلوحہ فـ۲ لطلب ایقاع التطھیر بالفعل فاذا کان بالانسان والعیاذ باللہ ما یضرہ اصابۃ الماء فی شیئ من بدنہ فھذا ان افتصد لا یکون حدثا وان اصابتہ شجۃ فی راسہ

کے تقاضے کے خلاف ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہوا۔

ثالثًا ان سب سے قطع نظر یہ گویا فرض محال ہے اس لئے کہ ہم فتح القدیر، البحرالرائق اور قنیہ کے حوالے سے بیان کر آئے ہیں کہ تطہیر نجاست حقیقیہ سے طہارت کو بھی شامل ہے۔ اور معلوم ہے کہ یہ تطہیر ہر بہنے، پاک اور زائل کرنیوالی چیز ہوجاتی ہے اور اس میں تیزی سے بہانا شرط نہیں۔ بلکہ زائل کرنا کافی ہے اگرچہ تین بھگوئے ہوئے پارچوں ہی سے ہوجائے۔ درمختار میں ہے: "انگلی اور پستان جو نجس ہے اسے کسی وجہ سے تین بار چاٹ لینے پر طہارت ہوجاتی ہے اھ"۔[1] میں نہیں جانتا کہ ایسا کوئی ورم ہوگا جسے اس کے مناسب عرق سے بھگوئے ہوئے پارچے سے پونچھنا ضرر دیتا ہو بلکہ ایسا تو نفع بخش ہی ہوگا تو شاید یہ ایسا مفروضہ ہے جو وقوع میں آنے والا نہیں۔

رابعًا اگر یہ ضروری ہے کہ اس قابل ہو کہ بالفعل تطہیر کو عمل میں لانے کا مطالبہ ہو تو جب انسان کو — پناہ بخدا — ایسی کوئی بیماری ہو جس کی وجہ سے اس کے جسم کے کسی حصے میں پانی لگنا مضر ہو، یہ شخص اگر فصد لگوائے تو حدث نہ ہو، اور اگر اس کے سر میں چوٹ

۱؎ درالمختار باب الانجاس مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۳

فـ۱: تطفل رابع علی الحلیۃ والارکان۔ فـ۲: تطفل خامس علی الحلیۃ وابن ملک ومن معھما

29 فسال الدم من قرنه الى قدمه فهو على وضوئه ولم يتنجس بهذه الدماء الفوارة بدنه ولا ثيابه بل لو اخذ غيره تلك الدماء ولطخ بها ثوبه كان صبغا طيبا طاهرا لان ما ليس بحدث ليس بنجس، ولو كان المرض باحد شقيه فان خرج من الشق السليم دم قدر رأس ذباب بطل وضوؤه وان افتصد من الشق الماؤف وخرج الدم ارطالا لم يضر وهو طاهر مع انه هو الدم المسفوح وهذا كله غير معقول ولا منقول ولا متجه ولا مقبول، فلا مرية عندي ان المراد كل ما هو ظاهر البدن شرعا وان تأخر طلب ايقاع تطهيره بالفعل الى زوال عذر۔

ورحم الله العلامة ابن كمال باشا حيث قال في الايضاح سال الى ما يطهر اى الى موضع يجب ان يطهر بالغسل او مسح عند عدم عذر شرعي لابد من هذا التعميم حتى ينتظم الموضع الذي سقط عنه حكم التطهير بعذر اھ[1] وتبعه السيد العلامة الطحطاوي في حاشية

نکل جائے جس سے خون اس کے سر سے پاؤں تک بہے جب بھی وہ باوضو رہے۔ اور اس جوش مارتے ہوئے خون سے نہ اس کا بدن نجس ہو نہ کپڑا، بلکہ اگر کوئی دوسرا بھی اسے لے کر اپنے کپڑے میں لگالے تو اچھا خاصا پاک و پاکیزہ رنگ ہو، اس لئے کہ جو حدث نہیں وہ نجس بھی نہیں — اگر اس کی دو جانبوں میں سے ایک میں بیماری ہو ایسی صورت میں تندرست جانب میں مکھی کے سر برابر خون نکل آئے تو اس کا وضو باطل ہو جائے اور ماؤف جانب اگر فصد لگوائے اور کئی رطل خون نکل آئے تو کچھ نہ بگڑے وہ پاک ہی رہے جب کہ یہ بہتا ہوا خون ہے — یہ سب نہ معقول ہے نہ منقول، نہ باوجہ نہ مقبول، تو میرے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں کہ مراد یہ ہے کہ ہر وہ جو شرعاً ظاہر بدن ہو اگرچہ بالفعل زوال عذر تک اس کی تطہیر عمل میں لانے کا مطالبہ مؤخر ہو گیا ہو۔

خدا کی رحمت ہو علامہ ابن کمال پاشا پر وہ ایضاح میں فرماتے ہیں: "سال الی ما یطھر" یعنی ایسی جگہ بہے جسے دھونا یا مسح کرنا عذر شرعی نہ ہونے کے وقت واجب ہو، یہ تعمیم ضروری ہے تاکہ حکم اس جگہ کو بھی شامل رہے جس سے کسی عذر کی وجہ سے حکم تطہیر ساقط ہو گیا ہے اھ — ان کی پیروی علامہ سید طحطاوی نے بھی حاشیہ مراقی الفلاح

www.alahazratnetwork.org

[1] فتح المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۱

مراقی الفلاح والعلامۃ الفہامۃ نوح افندی لما نقل ما نقل عن المشکلات عقبہ بقولہ لکن قال بعض المحققین یرید ابن کمال فنقل کلامہ ثم قال وھذا مخالف لما فی المشکلات ولعل الحق ھذا[1] اھ۔

اقول اولاً بل لک[ف۱] ان تقول فرق بین السقوط والتأخر کما علمت بل ان سقط لعذر فحقیقۃ[عہ] السقوط تعقب الثبوت فذلک یقرر اللحوق ویؤکدہ کما لا یخفی۔

وثانیاً لعبارۃ[ف۲] المشکلات وجھۃ تنجیہا عن المشکلات فانہا فی الجرح وسیأتی بالشرح فلا تتعین للمخالفۃ۔

ھذا ما یتعلق بمسألۃ الورم وما بنیت علیہ واما مسئلۃ الجرح **فاقول** یظھر للعبد الضعیف

میں کی اور علامہ فہامہ نوح آفندی نے جب منقولہ عبارتِ مشکلات نقل کی تو اس کے بعد یہ بھی فرمایا: لیکن بعض محققین — مراد ابن کمال پاشا — نے فرمایا، پھر ان کی عبارت نقل کی۔ پھر فرمایا یہ اُس کے برخلاف ہے جو مشکلات میں ہے، اور امید ہے کہ حق یہی ہے اھ۔

اقول اولاً بلکہ آپ کو یہ فرمانا چاہیے کہ ساقط ہونے اور مؤخر میں فرق ہے۔ جیسا کہ معلوم ہوا، بلکہ اگر عذر کی وجہ سے ساقط ہوا تو سقوط کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے بعد ثبوت ہو تو یہ حکم طہارت لاحق ہونے کو اور ثابت و مؤکد کرتا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

ثانیاً عبارتِ مشکلات کی ایک صورت ہے جو اسے مشکلات سے نجات دینے والی ہے کیونکہ وہ زخم سے متعلق ہے اور زخم کی تفصیل آگے آرہی ہے تو اس میں مخالفت متعین نہیں۔

یہ مسئلہ ورم سے متعلق ہے اور وہ جس پر میں نے بنیاد رکھی تھی۔ اب رہا مسئلہ زخم، **فاقول** بندہ ضعیف کو یہ سمجھ میں آتا ہے ـــــ

ف۱: تطفل علی العلامۃ ابن کمال باشا۔

عہ: ای حقیقتہ الرفع وان اطلق علی الدفع ۱۲ منہ۔

ف۲: تطفل علی العلامۃ نوح افندی۔

عہ: یعنی اس کی حقیقت حکم کا اٹھالینا ہے اگرچہ دفع کرنے پر بھی اطلاق ہوتا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتح المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱م

www.alahazratnetwork.org

واللہ تعالٰی اعلم ان الجرح المنبسط لہ[ف۱] ثلث صور،

اور خدائے برتر ہی کو خوب علم ہے ۔۔ کہ پھیلے ہوئے زخم کی تین صورتیں ہیں :

الاولی ان یکون انبساطہ فی الباطن فقط تفجر رأسہ وعلی سائرہ جلدۃ ولو متورمۃ۔

پہلی صورت یہ کہ اس کا پھیلاؤ صرف اندر رہے، اس کا سرا پھٹا ہوا ہے اور باقی زخم پر جلد ہے اگرچہ ورم زدہ ہے۔

والثانیۃ بسیط منبسط علی ظاھر البدن لکنہ دقیق لاعرض لہ فلا یظھر للنظر الاکخط اوخیط۔

دُوسری صورت یہ کہ زخم ظاہر بدن پر بسیط اور پھیلا ہوا ہے لیکن پتلا سا ہے جس میں بڑائی نہیں نگاہ کو کسی خط یا دھاگے سا معلوم ہوتا ہے۔

والثالثۃ بسیط عریض ظاھر غورہ مرئی قعرہ۔

تیسری صورت یہ کہ بسیط وعریض ہے جس کا عُمق ظاہر ہے گہرائی نظر آرہی ہے۔

فباطن[ف۲] الاول باطن قطعا حسًّا وشرعًا فان اختلف الدماء فی باطنہ لم یضر وکان کنزول البول الی قصبۃ الذکر وھذا ماقدمنا عن الدر المختار من قولہ والا لا کما لوسال فی باطن عین اوجرح اوذکر ولم یخرج[۱] اھ۔

تو پہلے زخم کا باطنی حصہ قطعاً باطن ہے حسّاً بھی شرعاً بھی۔۔ تو اگر اس کے باطن میں خون آتے جاتے رہیں تو کوئی ضرر نہ ہوگا اور یہ ایسے ہی ہوگا جیسے ذکر کی نالی میں پیشاب اُتر آنا۔۔ اسی کو ہم نے پہلے درمختار کے حوالے سے بیان کیا کہ "ورنہ نہیں جیسے وُہ جو آنکھ یا زخم یا ذکر کے اندرونی حصے میں بہے اور باہر نہ آئے" اھ۔

ولا یبعد ان یحمل علیہ مامر عن الشامی عن السراج عن الینابیع

اور بعید نہیں کہ اسی پر اسے بھی محمول کرلیا جائے جو شامی کے حوالے سے، سراج پھر ینابیع سے

ف۱ : تحقیق المصنف فی اقسام الجرح المنبسط واحکامھا۔

ف۲ : مسئلہ : زخم اگر جسم کے اندر دور تک پھیلا ہو صرف منہ ظاہر ہے تو اس کے گہراؤ میں خون وغیرہ بہتے رہیں کچھ حرج نہیں جب منہ پر آکر ڈھلکے گا وضو جاتا رہے گا اگرچہ زخم کی سطح سے آگے نہ بڑھے۔

---

[۱] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵

www.alahazratnetwork.org

فقوله السائل علی الجراحة اذا لم یتجاوز ای الذی فار من قعرها و سال فی غورها وعلا علی رأسها و لم یتجاوز الرأس لیوافق السراج خلاصة نفسه الناصة ان حد التجاوز ان ینحدر عن رأس الجرح کما تقدم ولا شک ان محمدا روی عنه فی هذہ النقض، وان الماخوذ عدمه فصح کل ما ذکر السراج، وان علت رأسه ثم انحدرت فلا اشک فی انتقاض الوضوء وان لم یتجاوز سطح الورم لوجود الانحدار من الرأس الذی هو ناقض باجماع ائمتنا رضی اللہ تعالٰی عنهم۔

واظن ف الثانی ایضا کذلک فان الاتصال وان تفرق ولم تبق جلدة تستره لکن لدقته لایظهر غوره للنظر الابان یفرق الجانبان بعمل الید بالقبض

نقل ہوا۔ تو ان کی عبارت "السائل علی الجراحة اذا لم یتجاوز" کا معنی یہ کہ جو جراحت کی تہہ سے اُبلا، اس کی گہرائی میں بہا، اس کے سرے پر چڑھا اور سرے آگے نہ بڑھا —— تاکہ سراج اور خود اسی کے خلاصے میں موافقت ہوجائے جس میں یہ صراحت موجود ہے کہ تجاوز کی حد یہ ہے کہ سرِ زخم سے ڈھلک آئے جیسا کہ عبارت گزری —— اور شک نہیں کہ امام محمد سے اس صورت میں ایک روایت وضو ٹوٹنے کی بھی ہے اور مختار نہ ٹوٹنا ہے تو وہ سب درست ہوگیا جو سراج نے ذکر کیا —— اور اگر خون سرِ زخم کے اوپر جائے پھر ڈھلک آئے تو وضو ٹوٹنے میں مجھے کوئی شک نہیں اگرچہ سطحِ ورم سے تجاوز نہ کرے کیونکہ سرے سے ڈھلکنا پایا گیا جو ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک بالاجماع ناقض ہے۔

میں سمجھتا ہوں دوسری صورت کا حکم بھی اسی طرح ہے —— اس لئے کہ ملاپ اگرچہ ختم ہوگیا، اور اسے چھپانے والی کوئی جلد نہ رہی لیکن باریک ہونے کی وجہ سے اس کی گہرائی نظر پر ظاہر نہیں ہوتی، مگر جب کہ دونوں کناروں کو مثلاً ہاتھ سے

www.alahazratnetwork.org

ف: **مسئلہ** زخم اگر ظاہر جسم ہی پر دور تک پھیلا ہے مگر ایک خط یا ڈورے کی طرح دراز و باریک ہے کہ اس کی اندرونی سطح باہر سے نظر نہیں آتی تو ظاہر یہ ہے کہ اس کا حکم بھی اُسی محض اندرونی زخم کی طرح ہوگا کہ خون اندر دورہ کرے تو مضائقہ نہیں اور اُس کے کناروں تک آجائے تو مضائقہ نہیں جب تک ڈھلکے نہیں، اور اگر اس کے بالائی کنارے سے اُبل کر بدن کی جلد پر ڈھلکا تو وضو نہ رہے گا اگرچہ زخم کی حد سے آگے نہ بڑھے۔

والجبن مثلاً فمثل ھذا لا یجعل الباطن ظاھراً کما تقدم فی الفرج والشرج فکان کباطنھما بل باطن صماخ الاذن فی البطون مع عدم غطاء من فوق، فما سال فیہ ولم یظھر فانما یسیل فی الباطن وما ظھر فان علا ولم ینحدر لم ینقض علی المفتی بہ ولو علا علی سطح الجرح کلہ لعدم تحقق الانحدار، وھذا المحمل اقرب من الاول لعبارۃ السراج والینابیع، اما اذا نبع الدم علی رأسہ فقط ثم انحدر منہ سائلاً علی سطحہ فلا شك انہ لعدم العرض فی الجراحۃ یأخذ شیئاً من الجسم الصحیح ایضا من جنبیھا فیتحقق التجاوز الی البدن الصحیح ایضا ولا یبقی محل للامتراء فی انتقاض الطھر۔

واما الثالث فمجال نظر (ف) فان الغور الذی ظھر کان من باطن

سمیٹ کر اور کھینچ کر الگ کیا جائے، اور ایسی صورت باطن کو ظاہر نہ کر دے گی، جیسا کہ فرج اور کنارۂ مقام براز سے متعلق گزرا، تو اس کا باطن ان ہی دونوں کے باطن کی طرح ہے بلکہ اوپر سے کوئی پردہ نہ ہوتے ہوئے چھپا ہُوا ہونے میں سوراخ گوش کے باطن کی طرح ہے — تو اس میں جو خون بہے اور ظاہر نہ ہو وہ باطن ہی میں بہنے والا ہے۔ اور جو ظاہر ہو اگرچہ اوپر چڑھا اور نیچے نہ اُترا تو قول مفتیٰ بہ پر ناقض نہیں اگرچہ پوری سطحِ زخم کے اوپر چڑھ جائے کیونکہ نیچے ڈھلکنا متحقق نہ ہوا۔ سراج اور ینابیع کی عبارت کے لئے یہ محمل پہلے سے زیادہ قریب ہے۔ لیکن جب خون صرف سرِ زخم پر اُبل کر آئے پھر اس سے اس کی سطح پر بہتا ہوا ڈھلکے تو جراحت میں عرض نہ ہونے کی وجہ سے بلاشبہہ وہ اس کے دونوں کناروں سے صحت مند جسم کا کچھ حصہ بھی لے لے گا تو بدنِ صحیح تک بھی تجاوز متحقق ہو جائے گا اور طہارت ٹوٹنے میں کوئی جائے شک باقی نہ رہے گی۔

لیکن تیسری صورت تو وہ جولان گاہِ نظر ہے اس لئے کہ گہرائی جو ظاہر ہو گئی ہے یہ قطعاً پہلے

www.alahazratnetwork.org

ف: **مسئلہ** کھلا ہوا چوڑا گھاؤ جس کی اندرونی سطح باہر سے دکھائی دے ظاہر یہ ہے کہ جب تک اچھا نہ ہو باطن بدن کے حکم میں ہے، اگر اس کے اندر خون وغیرہ اُبلے کر اس کے کناروں تک آ جائے اسکے صرف بالائی حصے پر اُبل کر اس کے اندر اندر بہے باہر نہ نکلے تو وضو نہ جائے گا نہ وہ خون ناپاک ہو کہ ہنوز اپنے مقام ہی میں دورہ کر رہا ہے۔

البدن قطعا واذا ظهر ظهر ولم يتناوله حكم التطهير بعد فعسى ان يكون باقيا على حكمه الاصلي حتى يبرء فينزل عليه حكم التطهير ويلتحق بالظاهر شرعا ايضا كما التحق حسا وحينئذ يكون سيلان الدم فيه سيلانا في الباطن ويؤيده ما تقدم عن الدرر عن المحيط ان ما يوازي الدم من اعلى الجرح مكانه فقضيته ان لو نبع الدم فيه حتى وازى حرفه من كل جانب لم يضر لانه علا ولا انحدار فيلزمه ان لو نبع في اعلاه ثم انحدر فيه ولم يجاوزه لم ينقض لانه منتقل في مكانه لا عن مكانه[1]، وكان هذا هو ملحظ ما في المشكلات و خزانة الروايات ولا ينافيه ما في النهر والسراج و ط على المراقي ان فائدة ذكر الحكم دفع وروده داخل العين و باطن الجرح اذ حقيقة التطهير

باطن بدن میں شامل تھی، اور جب ظاہر ہوئی تو اس حالت میں ظاہر ہوئی کہ ابھی اسے حکمِ تطہیر شامل نہیں تو شاید یہ اپنے اصلی حکم پر (باطن بدن ہونے پر) باقی رہے، یہاں تک کہ زخم اچھا ہوجائے تو اس پر حکمِ تطہیر وارد ہو اور یہ ظاہر شرعی میں شامل ہوجائے جیسے بروقت ظاہر حسی میں شامل ہے ــــ ایسی صورت میں اس کے اندر خون بہنا باطن میں بہنا ہے اس کی تائید اس کلام سے ہوتی ہے جو بحوالہ دُرر محیط سے نقل ہوا کہ زخم کے بالائی حصے سے جو خون کے مقابل ہے وہ خون ہی کی جگہ ہے ــــ تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر اس میں خون اُبل کر ہر طرف سے اس کے کنارے کے مقابل ہوگیا تو مضر نہ ہو اس لئے کہ یہ بڑھنا ہے ڈھلکنا نہیں ــــ اس پر لازم آتا ہے کہ اگر بالائی حصے میں اُبلے پھر اس کے اندر ہی ڈھلک آئے اور اس سے باہر تجاوز نہ کرے تو ناقض نہ ہو اس لئے کہ وہ اپنی جگہ کے اندر منتقل ہونے والا ہے اپنی جگہ سے منتقل ہونے والا نہیں ــــ گویا یہی مشکلات اور خزانۃ الروایات کی عبارت کا مطمح نگاہ ہے۔ اور نہر، سراج اور طحطاوی علی مراقی الفلاح کی یہ عبارت اس کے منافی نہیں: اس حکم کو بیان کرنے کا فائدہ داخل چشم اور باطن زخم سے وارد ہونے والے اعتراض کا دفعیہ ہے اس لئے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] درر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الطہارۃ نواقض الوضوء میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

فیہا ممکنۃ وانما الساقط حکمہ[1] اھ فلیس ظاہرا فی جعلہ ظاہرا الا ظاہرا [ای حسا] و ھو ظاہر بخلاف ما کان ظاہرا ثم عرض عارض فانہ لا یخرجہ عن الخروج الی الدخول کما علمت فلیس فیہا ان کل ما لا یطلب تطہیرہ بالفعل لعذر فالسیلان علیہ لا یضر کما اوہم بعض وافہم بعض ۔

وبالجملۃ ما کان ظاہرا لا یصیر بالعذر باطنا کما افاد ابن الکمال وما کان باطنا لعلہ لا یصیر ظاہرا ما لم ینزل علیہ حکم التطہیر کما یفہم من المشکلات وخزانۃ الروایات او النہر والینابیع وطحطاوی المراقی ورد المحتار ایضا ۔

فہذا ما یترای لی ویحتاج الی زیادۃ تحریر فمن ظفر بہ من کلمات العلماء فلیسعفنا بالاطلاع علیہ لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرا ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

کہ حقیقتِ تطہیر ان دونوں میں ممکن ہے صرف حکمِ تطہیر ساقط ہے اھ — یہ عبارت بجز ظاہر حسی کے اُسے ظاہر بدن قرار دینے میں ظاہر نہیں اور ظاہر حسی ہونا تو ظاہر ہے — بخلاف اس کے جو پہلے ظاہر بدن تھا پھر اس پر کوئی عارض در آیا، کہ یہ اسے خروج سے نکال کر دخول میں نہ ملائے گا۔ جیسا کہ معلوم ہوا — تو مشکلات میں یہ نہیں کہ ہر وہ جس کی تطہیر بالفعل کسی عذر کی وجہ سے مطلوب نہیں تو اس پر خون بہنا مضر نہیں — جیسا کہ بعض نے اس کا وہم پیدا کیا، اور بعض کی عبارت سے مفہوم ہوا۔

مختصر یہ کہ جو پہلے ظاہر تھا وہ عذر کی وجہ سے باطن نہ ہو جائے گا۔ جیسا کہ ابن کمال نے افادہ فرمایا، اور جو باطن تھا امید یہی ہے کہ وہ ظاہر نہ ہو جائے گا جب تک کہ اس پر حکم تطہیر وارد نہ ہو۔ جیسا کہ مشکلات اور خزانۃ الروایات سے مفہوم ہوتا ہے یا نہر، ینابیع، طحطاوی علی المراقی اور ردالمحتار سے بھی۔

یہ وہ ہے جو مجھے سمجھ میں آتا ہے اور اس میں مزید تنقیح کی ضرورت ہے جسے کلماتِ علماء سے دستیاب ہو وہ ہمیں مطلع کر کے حاجت روائی کرے شاید اس کے بعد خدا کوئی اور امر ظاہر فرمائے۔ اور طاقت و قوت نہیں مگر برتری و عظمت والے خدا ہی سے۔

www.alahazratnetwork.org

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الطہارۃ نواقض الوضوء دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۸۶

السادس تقدم ان الدم فی مجلس یجمع وھی الروایۃ الدائرۃ فی الکتب اجمع لکن قال الامام الاجل برھان الملۃ والدین صاحب الھدایۃ رحمہ اللہ تعالٰی فی کتابہ مختارات النوازل فی فصل النجاسۃ الدم اذا خرج من القروح قلیلا قلیلا غیر سائل فذاك لیس بمانع وان کثر وقیل لوکان بحال لو ترکہ لسال یمنع اھ[1]

ثم اعاد المسألۃ فی نواقض الوضوء فقال ولوخرج منہ شیئ قلیل ومسحہ بخرقۃ حتی لو ترك یسیل لاینقض وقیل الخ[2]

فھذا صریح فی ترجیح عدم الجمع مطلقا لکنہ متوغل فی الغرابۃ

تنبیہ ششم: گزر چکا کہ ایک مجلس میں تھوڑا تھوڑا چند بار آنے والا خون جمع کیا جائے گا ــــ یہی وہ روایت ہے جو تمام کتابوں میں متداول ہے۔ لیکن امام اجل برہان الملۃ والدین صاحبِ ہدایہ رحمہ اللہ تعالٰی نے مختارات النوازل، فصل النجاستہ میں لکھا ہے: "پھوڑے سے خون جب تھوڑا تھوڑا نکلے، بہنے والا نہ ہو، تو وہ مانع نہیں اگرچہ زیادہ ہوجائے اور کہا گیا کہ اگر اس کی یہ حالت رہی ہو کہ چھوڑ دیا جاتا تو بہتا، تو وہ مانع ہے"۔ اھ۔

پھر نواقضِ وضو میں یہ مسئلہ دوبارہ لائے تو کہا: "اگر اس سے کچھ تھوڑا نکلے اور اسے کسی کپڑے سے پونچھ دے یہاں تک کہ اگر چھوڑ دیتا تو بہتا" تو ایسا خون ناقض نہیں، اور کہا گیا الخ۔"

تو یہ نہ جمع کیے جانے کے حکم کی مطلقاً ترجیح میں تصریح ہے ــــ لیکن یہ قول انتہائی غرابت

ف: مسئلہ صاحبِ ہدایہ نے ایک کتاب میں فرمایا کہ خون جو تھوڑا تھوڑا نکلے کہ کسی دفعہ کا نکلا ہوا بہنے کے قابل نہ ہو اگرچہ جمع کرنے سے کتنا ہی ہوجائے اصلاً ناقضِ وضو نہیں اگرچہ ایک ہی مجلس میں نکلے یہ قول خلافِ مشہور و مخالف جمہور ہے بے ضرورت اس پر عمل جائز نہیں ہاں جو ایسے زخم یا آبلوں میں مبتلا ہو جس سے اکثر وقت خون یا ریم قلیل نکلتا رہتا ہے کہ ایک بار کا نکلا ہوا بہنے کے قابل نہیں ہوتا مگر جلسہ واحدہ کا جمع کیے سے ہوجاتا ہے اور بار بار وضو اور کپڑوں کی تطہیر موجب ضیق کثیر ہے کہ معذوری کی حد تک نہ پہنچا اُس کے لئے اس پر عمل میں بہت آسانی ہے۔

---

[1] الفوائد المخصصہ رسالہ من رسائل ابن عابدین الفائدۃ التاسعۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۶۳

[2] شرح عقود رسم المفتی 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۴۹

www.alahazratnetwork.org

حتی قال العلامۃ الشامی لم ار من سبقه الیه ولا من تابعه علیه بعد المراجعۃ الکثیرۃ فهو قول شاذ قال ولکن صاحب الهدایۃ (ف) امام جلیل من اعظم مشائخ المذهب من طبقۃ اصحاب التخریج والتصحیح فیجوز للمعذور تقلیده فی هذا القول عند الضرورۃ فان فیه توسعۃ عظیمۃ لاهل الاعذار قال وقد کنت ابتلیت مدۃ بکی الحمصۃ ولم اجد ما تصح به صلاتی علی مذهبنا بلا مشقۃ الا علی هذا القول فاضطررت الی تقلیده ثم لما عافانی الله تعالٰی منه اعدت صلاۃ تلک المدۃ ولله تعالٰی اھ هذا کلامه فی شرح منظومته فی رسم المفتی[۲] وقال فی الفوائد المخصصۃ صاحب الهدایۃ من اجل اصحاب

رکھتا ہے یہاں تک کہ علامہ شامی نے فرمایا کہ بہت مراجعت اور جستجو کے باوجود مجھے کوئی ایسا نظر نہ آیا جس نے ان سے پہلے یہ قول کیا ہو، اور نہ ان کے بعد کوئی ملا جس نے اس قول میں ان کی متابعت کی ہو ــــ تو وہ ایک شاذ قول ہے۔ (آگے فرمایا) لیکن صاحبِ ہدایہ اعظم ترمشائخ مذہب میں سے امام جلیل، اصحابِ تخریج وتصحیح کے طبقہ سے ہیں۔ تو وقتِ ضرورت معذور کے لئے اس قول میں ان کی تقلید روا ہے اس لئے کہ عذر والوں کے لئے اس میں بڑی وسعت ہے ــــ کہتے ہیں، میں ایک مدت تک آبلوں کی بیماری میں مبتلا تھا اور ایسی صورت نہ پاتا تھا جس میں ہمارے مذہب کے مطابق میری نماز بلا مشقت درست ہو سکے، سوا اس قول کے تو مجبوراً میں نے اس کی تقلید کی ــ پھر جب اللہ تعالٰی نے مجھے اس سے عافیت بخشی تو اس مدت کی نمازوں کا میں نے اعادہ کیا ــ ولله تعالٰی الحمد اھ ــ یہ علامہ شامی کا وہ کلام ہے جو رسم المفتی میں اپنے منظومہ کی شرح میں انھوں نے لکھا۔ اور فوائد مخصصہ میں لکھتے ہیں، صاحبِ ہدایہ بزرگ تر

ف : صاحب الهدایۃ امام جلیل من ائمۃ التخریج والترجیح یجوز تقلیده۔

---

[۱] شرح عقود رسم المفتی رسالہ من رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۴۹

[۲] " " " " " " " " " " ۱/ ۴۹،

www.alahazratnetwork.org

الترجیح فیجوز للمبتلی تقلیدہ لان فیما ذکرناہ مشقۃ عظیمۃ فجزاہ اللہ تعالٰی خیر الجزاء حیث اختیار التوسیع والتسھیل الذی بنیت علیہ ھذہ الشریعۃ الغراء السھلۃ السمحۃ اھ[1]

اقول جوّز الامام الکبیر العلم الشھیر الخصاف تزویج الوکیل موکلتہ بغیبتھا من دون تسمیتھا قال[ف1] الامام شمس الائمۃ السرخسی الخصاف کان کبیرا فی العلم یجوز الاقتداء بہ فقال فی البحر[ف2] المختار فی المذھب خلاف ما قالہ الخصاف وان کان الخصاف کبیرا اھ[2] وفی الدر عن تصحیح القدوری الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع[3]۔

وفی عدۃ رد[ف3] المحتار التقلید

اصحابِ ترجیح سے ہیں تو مبتلا کے لئے ان کی تقلید جائز ہے اس لئے کہ جو ہم نے ذکر کیا اس میں بڑی مشقت ہے تو خدائے تعالٰی انھیں جزائے خیر بخشے کہ وہ توسیع وتسہیل اختیار کی جس پر اس روشن، سہل، آسان شریعت کی بنیاد رکھی گئی۔ اھ۔

اقول امام کبیر، عَلَمِ شہیر خصاف نے جائز قرار دیا ہے کہ وکیل اپنی موکلہ کا نکاح اس کی غیر موجودگی میں اس کا نام لئے بغیر کردے۔

امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا، خصاف علم میں بزرگ تھے، ان کی اقتداء ہوسکتی ہے۔ اس پر بحر میں فرمایا: مذہب میں مختار اس کے برخلاف ہے جو خصاف نے فرمایا اگرچہ خصاف بزرگ ہیں اھ۔

www.alahazratnetwork.org

اور درمختار میں تصحیح قدوری کے حوالے سے ہے: قول مرجوح پر حکم اور فتوٰی جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے اھ۔

ردالمحتار کے باب العدۃ میں ہے، تقلید

ف۱: الخصاف کبیر فی العلم یجوز اقتداؤہ۔

ف۲: العلم بما ھو المختار فی المذھب وان کان قائل خلافہ اماما کبیرا۔

ف۳: تقلید الغیر عند الضرورۃ وان جاز بشروطہ فلعمل نفسہ اما الافتاء فلا یکون الا فی الراجح فی المذھب۔

۱؎ الفوائد المخصصۃ رسالہ من رسائل ابن عابدین الفائدۃ التاسعۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۶۳

۲؎ البحر الرائق کتاب النکاح فصل لابن العم ان یزوج الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۳۷

۳؎ الدر المختار مقدمۃ الکتاب مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵

وان جاز بشرطه فهو للعامل لنفسه لا للمفتی لغیرہ فلا یفتی بغیر الراجح فی مذهبه[1] اهـ

نعم للمبتلی فیه مافیه من ترفیه وهو ایسر له[ف۱] من تقلید الامام الشافعی رضی الله تعالٰی عنه فان النجاة من التلفیق شاؤ سحیق، و بالله التوفیق۔

السابع قولهم[ف۲] مالیس بحدث لیس بنجس قضیة نفیسة مفیدة افادها الامام قاضی الشرق و والغرب سیدنا ابویوسف رضی الله تعالٰی عنه وهی مذکورة کذلك فی متون المذهب وغیرها وزاد الشراح نفی عکسها فقالوا انها لاتنعکس فلا یقال مالایکون نجسا لایکون حدثا کما فی الدرایة وغیرها قال العلامة الشامی یرید به العکس المستوی لانه جعل الجزء الاول ثانیا والثانی اولا مع بقاء الصدق والکیف بحالهما و

اگرچہ جائز ہے مگر اس کے لئے جو خود عمل کرنے والا ہے، اس کے لئے نہیں جو دوسرے کو فتوٰی دینے والا ہے، وہ اس پر فتوٰی نہ دے گا جو اس کے مذہب میں غیر راجح ہو اھ۔

ہاں اس میں مبتلا کے لئے راحت و آسانی ہے اور یہ اس کے لئے امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تقلید سے زیادہ سہل ہے اس لئے کہ تلفیق سے نجات حاصل کرنا دور کی راہ ہے، و باللہ التوفیق۔

تنبیہ ہفتم: قول علماء "مالیس بحدث لیس بنجس ۔۔ جو حدث نہیں وہ نجس نہیں" ایک نفیس نفع بخش قاعدہ ہے جس کا افادہ قاضی شرق وغرب سیدنا ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا۔ اور متون مذہب وغیرہا میں یہ اسی طرح مذکور ہے۔ شارحین نے اس کے عکس کی نفی کا اضافہ کیا اور فرمایا کہ اس کا عکس نہ ہوگا، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جو نجس نہ ہوگا وہ حدث نہ ہوگا۔ جیسا کہ درایہ وغیرہا میں ہے۔ علامہ شامی نے کہا: اس سے عکس مستوی مراد ہے کیونکہ وہ جزء اول کو ثانی اور ثانی کو اول کر دینے کا نام ہے اس طرح کہ صدق اور کیف اپنی حالت پر

ف۱: عند الضرورة تقلید قیلٍ فی المذهب احسن من تقلید مذهب الغیر۔

ف۲: تحقیق قولهم مالیس بحدث لیس بنجس قضیة وعکسا۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق باب العدۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۲

www.alahazratnetwork.org

عزاه[1] للشیخ اسمعیل والد سیدی عبد الغنی النابلسی رحمهم الله تعالٰی .

اقول هذه[ف1] زلة واضحة فانهم لو ارادوا به العکس المنطقی لکان نفیه نفی الاصل لان العکس من اللوازم ولم[ف2] یلتفت رحمه الله تعالٰی الی قول نفسه مع بقاء الصدق فاذا کان الصدق باقیا فکیف یصح نفیه بل الحق انهم انما یریدون فی امثال المقام نفی العکس العرفی وهو عکس الموجبة الکلیة کنفسها تقول کل حلال طاهر ولا عکس" ای لیس کل طاهر حلالا وهذا[ف3] معهود متعارف فی الکتب العقلیة ایضا تراهم یقولون ارتفاع العام یستلزم ارتفاع الخاص ولا عکس ونفی اللازم یستلزم نفی الملزوم ولا عکس الی غیر ذلک وهذا اظهر من ان یظهر ، ثم اختلف نظر الفاضلین

باقی رہیں" — اور اس کو سیدی عبد الغنی نابلسی کے والد شیخ اسمٰعیل رحمہم اللہ تعالٰی کی طرف منسوب کیا۔

اقول یہ کھلی ہوئی لغزش ہے۔ اس لئے کہ اگر عکس منطقی مراد ہوتا تو اس کی نفی سے اصل ہی کی نفی ہو جاتی اس لئے کہ عکس لازم قضیہ ہوتا ہے (اگر کوئی قضیہ ہے تو اس کا عکس بھی ضرور ہوگا) انھوں نے خود اپنے قول "مع بقاء الصدق — اس طرح کہ صدق باقی رہے" کی طرف التفات نہ کیا۔ جب صدق باقی رہے گا تو اس کی نفی کیسے صحیح ہوگی؟ — بلکہ حق یہ ہے کہ اس طرح کے مقامات میں عکس عرفی کی نفی مراد لیتے ہیں۔ وہ یہ کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ ہو۔ آپ کہتے ہیں کل حلال طاھر و لاعکس، ای لیس کل طاھر حلالا — ہر حلال پاک ہے اور اس کا عکس نہیں، یعنی ہر پاک حلال نہیں۔ یہ کتب عقلیہ میں بھی معہود و متعارف ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ کہتے ہیں ارتفاعِ عام ارتفاعِ خاص کو مستلزم ہے (عام نہ ہوگا تو خاص بھی نہ ہوگا) اور اس کا عکس نہیں — نفی لازم نفی ملزوم کو مستلزم ہے اور اس کا عکس نہیں — اس کی بہت ساری مثالیں ہیں۔ اور یہ اتنا

www.alahazratnetwork.org

ف۱: تطفل علی الشیخ اسمعیل النابلسی العلامة ش. ف۲: تطفل اٰخر علیهما.

ف۳: الفرق بین العکس المنطقی والعرفی وان العرفی معروف حتی فی الکتب العقلیة والمنطقیة .

[1] ردالمحتار کتاب الطهارة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۵

البرجندی والشیخ اسمٰعیل فی کیف هذہ القضیة فجعلها البرجندی موجبة وشارح الدرر سالبة۔

فی شرح النقایة مالیس بحدث لیس بنجس ای کل مالیس بحدث من الاشیاء الخارجة من السبیلین وغیرهما لیس بنجس هذہ الکلیة السالبة الطرفین تنعکس بعکس النقیض الٰی قولنا کل نجس من الاشیاء المذکورة حدث ولایستلزم ذٰلك ان یکون کل حدث نجسا وهٰذہ الکلیة لوجعلت متعلقة بمباحث القیئ لکان له وجه وسلمت عن توهم الدور[1] اھ مختصرا۔

اقول ویرد علیه **اولًا** ان الاشیاء المذکورة اعنی الخارجة من بدن المکلف انما ارید ت بما وهی من الموضوع دون المحمول فمن این یأتی هذا التقیید فی موضوع العکس وبدونه یبقی کاذبا فیکذب الاصل۔

وثانیًا لیس موضوع الاصل لیس

ظاہر ہے کہ محتاج اظہار نہیں — پھر فاضل برجندی اور شیخ اسمٰعیل کے درمیان اس قضیہ کی کیفیت (ایجاب سلب) میں اختلاف نظر ہوا۔ برجندی نے اسے موجبہ قرار دیا اور شارح درر نے سالبہ ٹھہرایا۔

شرح نقایہ میں ہے، مالیس بحدث لیس بنجس۔ ای کل مالیس بحدث من الاشیاء الخارجة من السبیلین وغیرهما لیس بنجس — یعنی سبیلین اور غیر سبیلین سے نکلنے والی چیزوں میں سے ہر وہ جو حدث نہیں وہ نجس نہیں — اس سالبۃ الطرفین کلیہ کا عکس نقیض یہ ہوگا۔ کل نجس من الاشیاء المذکورۃ حدث۔ مذکورہ اشیاء سے ہر نجس حدث ہے اور یہ اس کو مستلزم نہیں کہ ہر حدث نجس ہو۔ اور یہ کلیہ اگر قے کے مباحث کے متعلق کر دیا جاتا تو اس کی ایک صورت ہوتی، اور دَور کے وہم سے سلامت رہتا اھ مختصراً۔

اقول اس پر چند اعتراضات وارد ہوں گے **اولًا** اشیائے مذکورہ یعنی خارجہ من البدن المکلف، "ما" سے مراد لی گئیں اور ما موضوع کا جُز ہے محمول کا جُز نہیں — تو یہ قید عکس کے موضوع میں کہاں سے آجائے گی؟ — اور اگر یہ قید نہ ہو تو عکس کاذب ہو جائے گا تو اصل بھی کاذب ہوگی۔

ثانیًا اصل کا موضوع "لیس بحدث"

---

[1] شرح النقایة للبرجندی کتاب الطهارۃ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۳

بحدث بل ما والمراد بها شیئ مخصوص وھو الخارج من بدن المکلف فانما یؤخذ نقیضه بایراد السلب علی ما لا بحذفه من متعلق الموضوع و انتظر ما سنلقی من التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

نہیں بلکہ "ما" ہے۔ اور اس سے مراد ایک مخصوص چیز ہے ــــ یہ وہ ہے جو مکلف کے بدن سے نکلنے والی ہو ــــ تو اس کی نقیض "ما" ہی پر سلب کر لی جائے گی نہ یوں کہ "ما" کو متعلق موضوع سے حذف کر دیا جائے۔ اور اس کا انتظار کیجئے جو تحقیق ہم پیش کر رہے ہیں۔ اور خدائے برتر مالکِ توفیق ہے۔

وثالثا تحریر[1] **مما تقرر ان** السلب لیس جزء الموضوع فکیف تکون سالبة الطرفین۔

ثالثا تقریر سابق سے واضح ہوا کہ سلب جزءِ موضوع نہیں تو یہ سالبۃ الطرفین کیسے ہوگا؟

وقال فی رد المحتار ماذکره المصنف قضیة سالبة کلیة لامهملة لان ما للعموم[2] وکل ما دل علیه فهو سور الکلیة کما فی المطول وغیره فتنعکس بعکس النقیض الی قولنا کل نجس حدث لانه جعل نقیض الثانی اولا ونقیض الاول ثانیا مع بقاء الکیف والصدق بحاله وتمامه فی شرح الشیخ اسمٰعیل[1] اھ۔

علامہ شامی نے رد المحتار میں کہا: مصنف نے جو ذکر کیا قضیہ سالبہ کلیہ ہے، مہملہ نہیں، اس لئے کہ "ما" عموم کے لئے ہے اور جو بھی عموم پر دلالت کرے وہ کلیہ کا سور ہو جائے گا جیسا کہ مطول وغیرہ میں ہے۔ تو اس کا عکس نقیض یہ ہوگا کل نجس حدث ہر نجس حدث ہے۔ اس لئے کہ عکس نقیض کی تعریف یہ ہے: نقیض ثانی کو اول، اور نقیض اول کو ثانی کرنا اس طرح کہ صدق اور کیف اپنے حال پر باقی ہو اس کی تکمیل شیخ اسمٰعیل کی شرح میں ہے اھ۔

اقول رحم اللہ العلامتین

اقول دونوں حضرات شارح درر اور

ف[1]: تطفل علی العلامة البرجندی۔

ف[2]: کل ما دل علی العموم کما ومن فهو سور الکلیة۔

---

[1] رد المحتار کتاب الطہارۃ نواقض وضوء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۹۵

شارحی الدرر والدر لو کانت القضیۃ سالبۃ۔ فاولاً [ف۱] لن تظہر کلیتہا بکون ما من صیغ العموم بل وان کان ہناک لفظۃ کل مکان ما فان ما وکلا یکون فی الموضوع ویرد السلب علی ثبوت المحمول لہ فیفید سلب العموم لاعموم السلب ولذا نصوا ان لیس کل سور السالبۃ الجزئیۃ۔

وثانیاً [ف۲] علی فرض کلیتہا کیف تنعکس کلیۃ والسوالب انما تنعکس بعکس النقیض جزئیۃ علی دیدن الموجبات فی العکس المستقیم۔

وثالثاً [ف۳] اعجب منہ ایراد الموجبۃ فی عکسہا مع انہما رحمہما اللہ تعالٰی قد ذکرا بانفسہما شرط بقاء الکیف ویخطر ببالی واللہ تعالٰی اعلم سقوط لفظۃ المحمول بعد قولہ سالبۃ من قلم احدہما اوقلم الناسخین وکان اصلہ قضیۃ سالبۃ المحمول کلیۃ فاذن تکون موجبۃ وتندفع الایرادات الثلثۃ جمیعا۔

شارحِ دُرر پر خدا کی رحمت ہو ——— اس کلام پر چند اعتراض ہیں:

اوّل اگر قضیہ سالبہ ہو تو اس کی کلیت "ما" کے صیغۂ عموم ہونے سے ہرگز ظاہر نہ ہوگی بلکہ اگر یہاں "ما" کی جگہ لفظِ کل ہو۔ اس لئے کہ ما یا کل موضوع میں ہوگا اور سلب موضوع کیلئے محمول کے ثابت ہونے پر وارد ہوگا تو سلب عموم (نفی کلیت) کا فائدہ دے گا عموم سلب (کلیت نفی) کا نہیں۔ اسی لئے لوگوں نے تصریح کی ہے کہ "لیس کل" سالبہ جزئیہ کا سور ہے۔

دوم فرض کرلیا جائے کہ وہ کلیہ ہے تو اس کا عکس کلیہ کیسے آئے گا جب کہ سالبات کا عکس نقیض جزئیہ ہوتا ہے جیسے موجبات کا عکس مستوی جزئیہ ہوتا ہے۔

سوم اس سے عجیب یہ کہ سالبہ ذکر کر اس کا عکس موجبہ لیا باوجودے کہ دونوں حضرات نے کیف باقی رہنے کی شرط خود ہی ذکر کی ہے۔ میرے دل میں خیال آتا ہے ——— واللہ تعالٰی اعلم ——— کہ لفظ سالبہ کے بعد لفظ محمول دونوں حضرات میں سے کسی کے قلم سے یا نقل کرنے والوں کے قلم سے ساقط ہوگیا ہے۔ اصل الفاظ یہ تھے: "قضیۃ سالبۃ المحمول کلیہ ہے۔ اس صورت میں یہ موجبہ ہوگا۔ اور تینوں اعتراضات دفع ہوجائیں گے۔

ف۱: تطفل ثالث علی الشیخ النابلسی وش۔

ف۲: تطفل رابع علیہما

ف۳: تطفل خامس علیہما

www.alahazratnetwork.org

اقول لکن اذن یرد اولا ماورد علی البرجندی ثانیا **وثانیا** ینازع فی صدق العکس فرب نجس لیس بحدث کالاعیان النجسة الغیر الخارجة من بدن مکلف۔

ھذا مایحکم بہ جلی النظر و علیہ فالوجہ **ما اقول** تحتمل القضیة الایجاب والسلب الکلیین جمیعا اما الاول فیجعل ما للعموم والسلب الاخیر جزء المحمول والاول جزء متعلق الموضوع لانفسہ لما علمت فتکون موجبة کلیة معدولة المحمول فقط لاسالبة الطرفین والمراد بما کما علمت الخارج من بدن المکلف فیکون حاصلھا کل خارج من بدن مکلف غیرحدث فھو لا نجس وقولنا غیرحدث حال من خارج ای ما خرج منہ ولم ینقض طھرا والاٰن تنعکس بعکس النقیض موجبة کلیة قائلة ان کل نجس فھو لاخارج غیرحدث ای لیس بالخارج الذی لاینقض بہ الطھارة ای لایجتمع فیہ الوصفان فان خرج نقض ولابد وان لم ینقض لم یکن

اقول لیکن اب اولاً وہ اعتراض وارد ہوگا جو برجندی پر ثانیاً وارد ہوا، **ثانیاً** عکس کے صادق ہونے میں نزاع ہوگا کہ بہت سے نجس، حدث نہیں ہیں، جیسے وہ نجس اعیان جو مکلف کے بدن سے نکلنے والے نہیں۔

یہ وہ ہے جس کا فیصلہ بہ نظرِ جلی ہوتا ہے۔ اس بنا پر وجہ درست وہ ہے **جو میں کہتا ہوں** قضیہ موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ دونوں بن سکتا ہے ——

اوّل اس طرح کہ "ما" عموم کے لئے رکھیں، سلب اخیر کو جزءِ محمول بنائیں، اور سلب اول کو لسبب معلوم خود موضوع کا نہیں بلکہ متعلقِ موضوع کا جز بنائیں تو موجبہ کلیہ معدولۃ المحمول ہوگا، سالبۃ الطرفین نہ ہوگا۔ اور جیسا کہ معلوم ہوا "ما" سے مراد وہ ہے جو بدن مکلف سے خارج ہو —— تو حاصلِ قضیہ یہ ہوگا، کل خارج من بدن مکلفٍ غیرحدثٍ، فھو لا نجس (ہر وہ جو بدنِ مکلّف سے خارج ہو اس حال میں کہ حدث نہ ہو تو وہ لانجس ہے) لفظ "غیرحدث" لفظ "خارج" سے حال ہے یعنی جو بدن سے نکلے اس حال میں کہ ناقضِ طہارت نہ ہو۔ اب اس کا عکس نقیض یہ موجبہ کلیہ ہوگا کل نجس فھو لاخارج غیرحدث یعنی ہر نجس لاخارج غیرحدث ہے۔ یعنی جو نجس ہے وُہ ایسا خارج نہیں جس سے طہارت نہ ٹوٹے، یعنی اس میں دونوں وصف جمع نہ ہونگے، اگر خارج ہوگا تو ناقض ہونا ضروری ہے۔ اور اگر

30 خارجا من بدن المکلف وبالعکس المستوی موجبۃ جزئیۃ بعض اللانجس خارج منہ غیر حدث وھو ایضا صادق قطعا کالدمع والعرق والدم القلیل۔

ناقض نہ ہوگا تو بدن مکلف سے خارج نہ ہوگا ۔ اور اس کا عکس مستوی یہ موجبہ جزئیہ ہوگا ۔ بعض اللانجس، خارج منہ غیر حدث (بعض لانجس، بدن سے اس حال میں خارج ہیں کہ حدث نہیں) یہ بھی قطعاً صادق ہے جیسے آنسو، پسینہ، قلیل خون۔

واما الثانی فبتحصیل الطرفین ومالیست للعموم بل نکرۃ بمعنی شیئ دخلت فی حیز النفی فعمت واذن یکون الحاصل لاشیئ من الخارج منہ غیر حدث نجسا وینعکس بعکس النقیض سالبۃ جزئیۃ لیس بعض اللانجس لاخارجا منہ غیر حدث وبورود السلب علی لاخارج یعود الی الاثبات فیؤل المعنی الی قولنا بعض مالیس نجسا خارج من بدن المکلف غیر حدث وبالمستقیم سالبۃ کلیۃ لاشیئ من النجس خارجا منہ غیر حدث ووجوہ صدقہ ماقدمنا۔

دوم اس طرح کہ طرفین محصلہ ہوں، اور "ما" عموم کے لئے نہیں بلکہ نکرہ بمعنی شَیٔ ہو جو حیز نفی میں داخل ہوا تو عام ہوگیا، اس صورت میں حاصل یہ ہوگا: لاشیٔ من الخارج منہ غیر حدث، نجسا (بدن سے نکلنے والی اس حال میں کہ حدث نہ ہو کوئی بھی چیز نجس نہیں) اس کا عکس نقیض یہ سالبہ جزئیہ ہوگا۔ لیس بعض اللانجس، لاخارجا منہ غیر حدث (بعض لانجس، غیر حدث ہونے کی حالت میں لاخارج نہیں) لاخارج پر سلب وارد ہونے سے اثبات کی طرف لوٹ جائے گا، تو معنی کا مآل یہ ہوگا: بعض مالیس نجسا خارج من بدن المکلف غیر حدث (بعض وہ جو نجس نہیں بدن مکلف سے غیر حدث ہونے کی حالت میں خارج ہے) — اور عکس مستقیم یہ سالبہ کلیہ ہوگا: لاشیٔ من النجس خارجا منہ غیر حدث (کوئی نجس، غیر حدث ہوتے ہوئے بدن سے خارج نہیں) اور اس کے صدق کی صورتیں وہی ہیں جو ہم نے پہلے بیان کیں۔

www.alahazratnetwork.org

وبالجملۃ حاصل العکسین

بالجملہ دونوں وجہوں پر آنے والے دونوں

30
30

على الوجهين متعاكس فحاصل عكس النقيض
على جعلها موجبة هو حاصل المستوى
على جعلها سالبة و بالعكس
هذا ما تحتمله العبارة، اما
علماؤنا فانما ارادوا الوجه الاول
اعنى الايجاب و لم يريدوا
عكس النقيض بل المستوى
لكن لا منطقيا بل عرفيا كما
عرفت۔

واما النظر الدقيق فاقول ان
كانت القضية موجبة كما ارادوا فقد
حكموا كليا على ما ليس بحدث
بلا نجس فيجب ان يكون
اللانجس مساويا للخارج غير حدث
او اعم منه مطلقا و نقيضا
المتساويين متساويان و الاعم
والاخص مطلقا مثلهما بالتعكيس
فيجب ان يكون النجس مساويا
للاخارج غير حدث او اخص
منه مطلقا و اللاخارج غير
حدث يصدق بوجهين
ان لا يكون خارجا اصلا
او يكون خارجا حدثا و
النجس ان ابقى على
ارساله يكون اعم منه

عکسوں کا حاصل ایک دوسرے کا عکس ہوگا ۔۔۔ موجبہ بنانے پر جو عکس نقیض کا حاصل ہے وہ سالبہ بنانے پر عکس مستوی کا حاصل ہے اور اس کے برعکس (سالبہ بنانے پر عکس نقیض کا حاصل موجبہ بنانے پر عکس مستوی کا حاصل ہے) ۔۔۔ یہ وہ ہے جس کا عبارت میں احتمال ہے ۔۔۔ لیکن ہمارے علماء نے وجہ اول یعنی ایجاب مراد لیا ہے اور عکس نقیض نہیں بلکہ عکس مستوی، وہ بھی منطقی نہیں، بلکہ عرفی مراد لیا ہے، جیسا کہ معلوم ہوا۔

اب رہی نظر دقیق، فاقول (تو میں کہتا ہوں) اگر قضیہ کلیہ ہو ۔۔۔ جیسا کہ علماء نے مراد لیا ۔۔۔ تو انھوں نے کلی طور پر، اس پر جو حدث نہیں ہے لانجس ہونے کا حکم کیا ۔۔۔ (اور یہ کہا کہ ہر وہ جو خارج غیر حدث ہے وہ لانجس ہے) ۔۔۔ تو ضروری ہے کہ لانجس، خارجِ غیر حدث کا مساوی ہو یا اس سے اعم مطلق ہو ۔۔۔ اور متساویین کی نقیضیں متساویین ہوتی ہیں ۔۔۔ اور اعم اخص مطلق کی نقیضیں وہی ہوتی ہیں مگر برعکس (یعنی اخص اعم مطلق) ۔۔۔ تو ضروری ہے کہ لانجس کی نقیض نجس، خارجِ غیر حدث کی نقیض لاخارج غیر حدث کے مساوی ہو یا اس سے اخص مطلق ہو ۔۔۔ اور لاخارج غیر حدث کا صدق دو طرح ہوگا، ایک یہ کہ سرے سے خارج ہی نہ ہو، دوسرے یہ کہ خارج ہو مگر حدث ہو۔ اور نجس اگر اپنے اطلاق پر (بلا قید) باقی رکھا جائے

www.alahazratnetwork.org

لما بيّنا في رسالتنا لمع الاحكام ان
قئ قليل الخمر والبول ليس
بحدث فيصدق عليه النجس و
لا يصدق اللاخارج غير حدث
بل هو خارج غير حدث فوجب ان
يراد بالنجس النجس بالخروج كما
حققناثمه وحينئذ يكون اخص
من اللاخارج غير حدث فان كل
نجس بالخروج يصدق عليه
انه ليس بخارج غير حدث
بل حدث ولا يصدق على
كل لاخارج غير حدث انه نجس بالخروج
لجواز ان لايكون خارجا اصلا
فاذن تؤل القضية الى قولنا
كل خارج من بدن المكلّف
غير حدث فهو لانجس بالخروج
وعكس نقيضها كل نجس بالخروج فهو
لاخارج منه غير حدث واذا كان ذٰلك
كذٰلك انتفى الوجه الاول من مصداقي
اللاخارج غير حدث لان النجس بالخروج
خارج لاشك فلم يبق الا ان
يكون خارجا حدثا والخروج
قد اعتبر في الموضوع
فلاحاجة الى اعادته في المحمول

اس سے اعم ہوگا۔ جس کی وجہ ہم نے اپنے رسالہ
لمع الاحکام میں بیان کی ہے کہ شراب اور
پیشاب کی قے قلیل حدث نہیں، تو اس پر نجس
صادق ہوگا اور "لاخارج غیر حدث صادق نہ ہوگا"
بلکہ وہ خارج غیر حدث ہے — تو ضروری ہے
کہ نجس سے نجس بالخروج مراد ہو، جیسا کہ وہیں ہم
نے تحقیق کی ہے — اس صورت میں وہ لاخارج
غیر حدث سے اخص ہوگا۔ اس لئے کہ ہر نجس
بالخروج پر یہ صادق آئے گا کہ وہ خارج غیر حدث
نہیں بلکہ حدث ہے — اور ہر لاخارج غیر حدث
پر یہ صادق نہ ہوگا کہ وہ نجس بالخروج ہے۔ اس
لئے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ سرے سے خارج ہی
نہ ہو۔ تو اب قضیہ کا مآل یہ ہوگا کہ "ہر وہ جو
بدن مکلّف سے خارج غیر حدث ہے تو وہ لانجس
بالخروج ہے" — اور اس کا عکسِ نقیض یہ
ہوگا، ہر وہ جو نجس بالخروج ہے وہ لاخارج
غیر حدث ہے اور یہ جب ایسا ہوگا تو لاخارج
غیر حدث کے دو مصداقوں میں سے پہلی صورت
منتفی ہوگئی — اس لئے کہ نجس بالخروج بلاشبہہ
خارج ہے تو صرف یہ صورت رہی کہ خارج
حدث ہو — اور خروج کا اعتبار موضوع میں
ہو چکا ہے تو اسے محمول میں دوبارہ لانے کی
کوئی ضرورت نہیں — تو خلاصۂ عکس یہ ہوگا
کہ ہر نجس بالخروج حدث ہے۔

www.alahazratnetwork.org

فیخرج فذلکة العکس ان کل نجس بالخروج حدث فتبین ان فیه من این جاء التقیید بالاشیاء الخارجة من بدن المکلف فی موضوعه وکیف خرج السلب الوارد علی ما وعلی الحدث من محموله حتی لم یبق فیه الا لفظة حدث، فارتفع الایرادان معا عن البرجندی والشیخ اسمعیل جمیعا انما بقی الاخذ علی اخذھا سالبة الطرفین وکانه رحمه اللہ تعالٰی نظر الی وجود السلب ولو فی المتعلق ولیس فیه کبیر مشاحة ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

اس سے واضح ہوا کہ اس میں موضوع کے اندر "بدن مکلف سے نکلنے والی چیزوں" کی قید کہاں سے آئی، اور "ما" پر اور "حدث" پر وارد ہونے والا سلب اس کے محمول سے کیسے نکل گیا یہاں تک کہ صرف لفظ حدث رہ گیا ـــ تو برجندی اور شیخ اسمٰعیل سے دونوں اعتراض ایک ساتھ اُٹھ گئے ـــ صرف یہ مؤاخذہ رہ گیا کہ اسے سالبۃ الطرفین کیوں مانا، گویا برجندی رحمہ اللہ تعالٰی نے یہ دیکھا کہ سلب موجود ہے اگرچہ متعلق ہی میں ہے۔ اور اس میں کوئی بڑا حرج نہیں ـــ اسی طرح تحقیق ہونی چاہئے اور خدائے برتر ہی مالکِ توفیق ہے۔

www.alahazratnetwork.org

وکذٰلک ان کانت سالبة لابد ایضا من الحمل المذکور اذ لا شك ان المراد الکلیة لان المقصود اعطاء ضابطة فقد سلبت النجاسة کلیة عن الخارج غیر حدث فیکون النجس مباینا له ولا یباینه الا بارادة النجس بالخروج اذ لولاھا لکانت اعم لمسألة قیٔ الخمر المذکورة لکن مرادھم ھو الایجاب کما علمت۔

یُوں ہی اگر سالبہ ہو تو اس میں بھی حمل مذکور ضروری ہے۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ مراد کلیہ ہے۔ اس لئے کہ مقصود ایک ضابطہ عطا کرنا ہے تو خارج غیر حدث سے نجاست کُلّی طور پر مسلوب ہوئی، تو نجس اس کا مباین ہوگا، اور مباین اسی صورت میں ہوگا جب نجس بالخروج مراد ہو اس لئے کہ اگر یہ مراد نہ ہو تو اعم ہو جائے گا جس کا سبب مذکورہ مسئلۂ خمر ہے۔ لیکن ان کی مراد ایجاب ہی ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا۔

اما قول البرجندی ھذہ الکلیة لوجعلت متعلقة بمباحث القیٔ

اب رہا برجندی کا یہ قول کہ اگر یہ کلیہ قے کے مباحث سے متعلق ہو تو اس کی ایک وجہ

لكان له وجه[1] اقول كيف وانهم جميعا انما يذكرونها تلو مسائل القیئ و قوله سلمت عن توهم الدور[2] اقول وجهه ان اعطاء القضية انما هو ليكتسب علم عدم النجاسة من علم عدم الحدثية وعلم عدم الحدثية يتوقف على علم عدم النجاسة اذ لو كان نجسا لكان حدثا فيدور، وانما قال توهم لان العلم بعدم الحدثية يحصل بتصريح الفقه فالمراد كلما سمعتموه من علمائنا انه لا ينقض الطهارة فاعلموا انه ليس بخروجه نجسا فانه لو نجسا دخل من خارج فهو طاهر وهذا ظاهر، وصلى الله تعالى على اطهر طيب واطيب طاهر، وعلى اله وصحبه الاطائب الاطاهر، والحمد لله رب العالمين في الاول و الأخر والباطن والظاهر۔

ولنسم هذا التحرير المنير المنفرد بهذا التحرير والتحبير "الطراز المعلم فيما هو حدث من احوال الدم ۱۳۲۴"

ہوگی **اقول** اس سے متعلق کیسے نہیں جبکہ سبھی حضرات اسے مسائل قے کے بعد متصلاً ہی ذکر کرتے ہیں — قول برجندی: دور کے توہم سے سلامت رہتا **اقول** اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ضابطہ اسی لئے ہے کہ حدث نہ ہونے کے علم سے نجس نہ ہونے کا علم حاصل ہوجائے۔ اور حدث نہ ہونے کا علم نجس نہ ہونے کے علم پر موقوف ہے — اس لئے کہ اگر نجس ہوگا تو حدث ہوگا تو دور ہوگا — توہمِ دور اس لئے کہا کہ حدث نہ ہونے کا علم فقہ کی تصریح سے ہوتا ہے تو مقصد یہ ہے کہ جب ہمارے علماء سے سنو کہ وہ ناقضِ طہارت نہیں تو جان لو کہ وہ اپنے خروج سے نجس نہیں۔ تو اگر وہ ایسا نجس نہیں جو خارج سے داخل ہوا ہو تو وہ طاہر ہے اور یہ ظاہر ہے — اور اللہ تعالٰی رحمت نازل فرمائے سب سے پاک طیب اور سب سے پاکیزہ طاہر پر، اور ان کے اطیب واطہر آل واصحاب پر — اور تمام حمد اللہ تعالٰی کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، حمد شروع میں بھی آخر میں بھی اور باطن میں بھی اور ظاہر میں بھی۔

اور ہم اس تحریر منیر کو جو اس تنقیح وتزیین میں منفرد ہے اَلطِّرَازُ الْمُعْلَمُ فیما ھو حَدَثٌ مِّنَ الْاَحْوَالِ الدَّم (۱۳۲۴ھ)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] و [2] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب الطہارۃ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۳

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و
آلہٖ وصحبہٖ وسلم، والحمد للہ
علیٰ ما علم، واللہ سبحٰنہ
وتعالیٰ اعلم۔

(نشان زدہ نقش خون کے اُن احوال کے بیان میں
جو حدث ہیں) سے موسوم کریں۔ اور خدائے برتر کا
درود ہو ہمارے آقا، اُن کی آل اور اُن کے اصحاب
پر اور سلامتی ہو۔ اور خدا کا شکر ہے اس پر جو اس نے
تعلیم فرمایا۔ اور خدائے پاک برتر ہی کو خوب علم ہے۔ (ت)

(رسالہ الطراز المعلم فیما ھو حدث من احوال الدم [illegible])